امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار

نقیب

پھلواری شریف پٹنہ

مدیر

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

معاون

مولانا رضوان احمد ندوی

جلد نمبر 61/71

مورخہ ۲۹ر ذی الحجہ ۱۴۴۲ھ مطابق ۹ر اگست ۲۰۲۱ء روز سوموار

شمارہ نمبر 31

اس شمارہ میں

■ اللہ کی باتیں، رسول اللہ کی باتیں
■ دینی مسائل،
■ یادوں کے چراغ، کتابوں کی دنیا
■ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ
■ حکایات اہل دل
■ مسلم لڑکیاں ارتداد کے دہانے پر
■ اخبار جہاں، ملی سرگرمیاں
■ خطبات مدراس کا ادبی رنگ......
■ طب وصحت، ہفتہ رفتہ

تبرکات

واقعہ کربلا کا پیغام

امیر شریعت رابع حضرت مولانا سید شاہ منت اللہ رحمانی رحمۃ اللہ علیہ

اسلام میں عاشورۂ محرم کو کافی اہم قرار دیا گیا ہے اور احادیث میں کثرت سے ماہ محرم کے ابتدائی دس دنوں کی فضیلتیں بیان فرمائی گئی ہیں۔ ان ایام میں جو عبادتیں کی جاتی ہیں ان کے اجر وثواب تقریباً اتنے ہوتے ہیں جس قدر ماہ رمضان المبارک میں کی جانے والی نیکیوں پر ملتے ہیں۔ اگر کوئی شخص پورے عشرہ اولیٰ کے روزے رکھتا ہے تو سبحان اللہ ورنہ نویں اور دسویں تاریخوں میں روزے رکھنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ یہ روزے اگرچہ نہ فرض ہیں اور نہ واجب اور نہ سنت مؤکدہ، بلکہ مستحب ہیں۔ لیکن چونکہ ان روزوں کی اہمیت اور اجر وثواب کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار بیان فرمایا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو اس کی کوشش کرنی چاہئے کہ ان دودنوں میں روزے رکھیں اور عاشورہ یعنی دسویں تاریخ کو اپنے اہل وعیال کو حسب مقدور اچھے سے اچھا کھلائیں پلائیں۔

جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا فائدہ ان الفاظ میں بیان فرمایا ہے: من وسع علی عیالہ یوم عاشورہ وسع اللہ علیہ السنۃ یعنی جو شخص عاشورہ کے دن اپنے اہل وعیال پر دسترخوان وسیع کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے سال بھر وسعت دیں گے۔ اور ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی غلط اور جھوٹ نہیں ہوسکتا۔

یوم عاشورہ ہی سے متعلق تاریخ اسلام کا ایک اہم واقعہ بھی ہے اور وہ حضرت سیدنا حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت اور معرکۂ کربلا کا ہے۔ ہمیں اس واقعہ کو بھی ہمیشہ مدنظر رکھنا چاہئے اور اس کی روشنی میں اپنے لئے لائحہ عمل مرتب کرنا چاہئے۔ حضرت حسینؓ نے اپنے آپ کو اور اپنے ساتھ اپنے احباب واعزہ عورتوں اور بچوں کو خدا کی راہ میں قربان کرکے درحقیقت ہمیں اس کی تعلیم دی ہے کہ ہم زندہ رہیں تو خدا کے لئے اور جب ہم جان دیں تو اسی کی راہ میں۔۔۔سب سے زیادہ قیمتی اور قابل رشک جان وہی ہے جو خدا کی راہ میں کام آئی ہو اور اسے صرف اس ''جرم'' میں ختم کیا گیا ہو کہ وہ خدا کی نام لیوا تھی۔ ہماری زندگی کا صرف ایک نصب العین ہو اور وہ ہو ''اعلاء کلمۃ الحق'' ایک مومن کے دل میں صرف خوف خدا ہونا چاہئے اور اس کے قلب میں کسی اور کا بھی خوف ہے تو پھر صاف لفظوں میں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کا دل نور ایمان سے روشن نہیں ہے۔ اگر عملی طور پر دنیا میں یہ ناممکن ہے کہ ایک گلاس میں دو طرح کے پانی بیک وقت الگ الگ رہ سکیں تو یہ بھی ناممکن ہے کہ ایک دل میں خدا کے ساتھ غیر اللہ کا بھی خوف ہو۔ اس کا ثبوت ہمیں واقعہ کربلا سے ملتا ہے۔

صرف بہتر افراد کا مقابلہ یزید کی فوجِ بیکراں سے ہورہا تھا۔ حضرت حسینؓ آخر اتنے ناسمجھ تو نہیں تھے کہ اس کے انجام سے بے خبر ہوں۔ لیکن انہوں نے جان دینا آسان سمجھا مگر یہ گوارہ نہ کیا کہ اسلام کی شکل وصورت کو مسخ ہوتے ہوئے اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور خاموش رہ جائیں۔ چنانچہ باطل سے مقابلہ کیا اور بقول حضرت خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

سرداد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہ است حسینؓ

اس لئے اگر آج بھی ہم چاہتے ہیں کہ دنیا میں صحیح اور باعزت زندگی گزاریں تو ہمیں حضرت حسینؓ کا کردار اپنانا اور اختیار کرنا ہوگا۔

واقعہ کربلا میں ہمارے لئے بہت سی نصیحتیں ہیں۔ ان کا ایک ایک لمحہ ہمیں یہ پیغام دیتا ہے کہ ہم ظلم کسی پر نہ کریں۔ کسی کو ہرگز نہ ستائیں اور کسی پر عرصۂ حیات تنگ نہ کریں۔ لیکن اگر وقت آئے اور حق وناحق، ظلم وانصاف کا سوال ہو، تو حق کے لئے جان تک دے دیں۔ یہ حضرت حسینؓ کا اسوہ ہے، حضرت حسینؓ نے حق کا اعلان کیا، حق کی طرف سے دفاع کیا اور حق کے لئے اپنی جان دے دینا گوارہ کیا۔ مگر باطل کے آگے سرنگوں نہ ہوئے۔ جب باطل نے للکارا تو مقابلہ کرنے کے لئے نکلے، حضرت حسینؓ نے کسی پر لشکر کشی نہیں کی۔ حضرت سید الشہداء نے کسی پیاسا کو نہ تڑپایا، کسی کو بھوکا نہ رکھا، کسی کی زندگی سے کھیلنے کی کوشش نہ کی۔ لیکن یہ سارے مظالم ان پر ڈھائے گئے۔ حضرت حسینؓ نے ان کا خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا۔ اور جب وقت آیا تو جان دینے سے دریغ نہ کیا۔ حضرت حسینؓ کی سیرت سے ہمیں بہت کچھ سبق ملتا ہے۔ ہمیں ان واقعات کی روشنی میں اپنے لئے کوئی صحیح راہ متعین کرنی ہے۔

آج ہمارا جرم یہ ہے کہ ہم مسلمان ہیں، اسی لئے ہم پر مظالم ڈھائے جارہے ہیں۔ یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ ہر زمانہ میں حق پرستوں پر عرصۂ حیات تنگ کیا گیا ہے، انہیں بڑی بڑی مصیبتوں کو برداشت کرنا پڑا ہے۔ یہی صورت حضرت حسینؓ کی زندگی میں پیش آئی تھی۔ آج کے اس نازک دور میں ہمیں پہلے تو اپنا جائزہ لینا ہوگا۔ اور ایمان وعمل میں جو خامیاں ہیں انہیں دور کرنا ہوں گی اور دوسرے یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ اگر ہمیں زندہ رہنا ہے تو باعزت طور پر زندہ رہنا ہے۔ مسلمان ذلت کی زندگی گزارنے کو تیار نہیں ہوسکتا۔ اگر ہمیں نقصان پہونچانے اور برباد کرنے کی کوشش کی جائے گی تو ہم اس کا مقابلہ کریں گے۔ ذلت کی موت نہیں مریں گے۔ موت زندگی میں ایک بار آتی ہے، وہ اپنے وقت پر آکر رہے گی۔ اور وہ جس طرح مقدر ہوچکی ہے اسی طرح آئے گی خواہ کوئی صورت اختیار کی جائے اور کتنی ہی محفوظ جگہ میں کیوں نہ پناہ لی جائے۔ موت بہرحال آئے گی۔ اسے کوئی ٹال نہیں سکتا۔

ہمارا فیصلہ ہے کہ ہم اسی ہندوستان میں رہیں گے اور باعزت طور پر رہیں گے۔ عزت کی زندگی کو حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کرنا ہوگی۔ اور ہوسکتا ہے کہ ملی عزت اور حقوق حاصل کرنے کے لئے افراد کی قربانیاں دینی پڑیں۔ ملت کی باعزت زندگی کے لئے چند افراد کی قربانیاں قابل قدر سہی مگر غیر معمولی نہیں ہوا کرتیں۔ ہمیں بہرحال خود اپنی راہ نکالنی ہوگی۔

اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ دوسرے ممالک مدد کریں گے تو آپ غلطی میں مبتلا ہیں۔ ہر ملک اپنے مسائل میں الجھا ہوا ہے۔ کسی کو بھی اپنے معاملات سے فرصت نہیں ہے اور نہ اس کا موقع ہے کہ وہ دوسروں کی طرف دیکھے۔ آپ کو ہر چہار جانب سے نگاہ ہٹا کر اور ہر طرف سے منہ موڑ کر اپنے کو سنبھالنا اور درست کرنا ہے۔ ایک بات اور بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ مدد بھی اسی کی جاتی ہے، جس میں کچھ جان ہو اور خود بھی کچھ کرسکنے کی اہلیت اور صلاحیت رکھتا ہو۔ مگر جو خود کچھ کرنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، یا خود کچھ کرنا نہ چاہتا ہو اسے کوئی بھی نہیں پوچھے گا۔ آج ہم اپنے حالات پر غور کریں اور اپنا جائزہ لیں تو بالکل ہی واضح طور پر یہ محسوس ہوگا کہ ہندوستان کے مسلمان محض چلتی پھرتی نعشیں ہیں۔ نہ تو ان کے اندر زندہ قوم کی آواز ہے نہ دلوں میں ولولے ہیں اور نہ فکر ونظر میں کوئی بلندی ہی ہے۔ انہیں صرف زندہ رہنے کی خواہش ہے۔ ان کی تمنا ہے تو یہ کہ زندگی کے ایام عافیت کے گوشوں میں گزرتے چلے جائیں۔ موت نہ آئے۔ میں نہیں جانتا کہ یہ خواہش اور تمنا کس طرح پوری ہوسکتی ہے؟ میں نے پورے قرآن پاک میں کہیں یہ نہیں پڑھا کہ موت آرہی ہو، گردن پر تلوار لٹکی ہوئی ہو، تو زندہ رہنے کا کیا نسخہ استعمال کیا جائے اور کس طرح موت سے بچا جائے۔ ہاں قرآن شریف میں میں نے یہ ضرور پڑھا ہے کہ جان دی جائے تو کس طرح؟ موت آرہی ہو تو مرا کس طرح جائے؟ موت کا ایک دن متعین ہے، وہ بہرحال آکر رہے گی، دنیا کی کوئی طاقت اسے ٹال نہیں سکتی۔ اسے جب آنا ہے اور جس طرح آنا ہے، اسی طرح، اسی وقت آئے گی، ہمت وعزم کے ساتھ موت کا استقبال کرنا اور خدا کا نام لیتے ہوئے جان کو جان دینے والے کے سپرد کردینا ایک مومن کا کردار ہونا چاہئے۔

اسلئے ہمیں چاہئے کہ حضرت حسینؓ سے مرنا سیکھیں۔ حضرت حسینؓ نے کسی پر ظلم نہ کیا، کوئی فتنہ نہیں اٹھایا، لیکن جب انہوں نے حق کو مٹتے دیکھا، باطل نے چیلنج کیا تو ذلت کی زندگی پر عزت کی موت کو ترجیح دی اور آنے والی نسلوں کے لئے ایک روشن تاریخ عظیم کردار اور عظمت وعزیمت کا اسوہ چھوڑ گئے۔

موجودہ حالات میں حضرت حسینؓ کے اس کردار کو خاص طور پر ہمیں اپنانا چاہئے اور آج، اسی وقت اور ابھی آئندہ کے لئے اسوہ حسینؓ اپنانے کا عہد اور عزم کرنا چاہئے۔

والسلام علی من اتبع الھدیٰ

زندگی

''زندگی وہی زندگی ہے جو سب کے لیے مقدر ہوئی ہے، وقت وہی شب وروز کا وقت ہے جو ہمیشہ سے چلا آتا ہے، نہ سورج میرے لیے زیادہ دیر تک ٹھہر سکتا ہے، نہ رات میری خاطر اپنا معمول بدل سکتا ہے، ایک زندگی ہے لیکن سینکڑوں زندگیوں کا حوصلہ دل میں پنہاں ہے، کیوں کر دنیا کو پلٹ دوں؟ اور کہاں سے اس طاقت کو بلاؤں جو ایک دل ودماغ کے ساتھ سینکڑوں، ہزاروں ہاتھوں کو جوڑ دے۔''

(مولانا ابوالکلام آزادؒ)

بلا تبصرہ

''آج کل انسانی رشتے بہت رسمی ہوگیے ہیں، لوگ جب کسی سے ملتے ہیں تو کسی کام سے ملتے ہیں، کوئی وجہ ہوتی ہے، کسی نے فون بھی کیا تو تھوڑی ہی دیر میں پوچھتے ہیں، کہیے! کیسے فون کیا؟ کوئی ملنے آیا تو ہم سوچتے ہیں کہ ضرور کسی کام سے آیا ہوگا، ہم یہ مان بیٹھے ہیں کہ بنا کام کے کوئی کسی کو یاد بھی نہیں کرتا، بلا وجہ کوئی کسی سے ملتا بھی نہیں ہے، لوگوں کے پاس وقت نہیں ہے، بے سبب ملنا وقت کی بربادی معلوم ہوتی ہے۔''

(امرت سادھنا، ہندوستان)

Scanned with CamScanner

اللہ کی باتیں ـــــ رسول اللہ کی باتیں

مولانا رضوان احمد ندوی

آپس میں نہ جھگڑو

''اللہ اوراس کے رسول کی اطاعت کرواور آپس میں نہ جھگڑو، ورنہ تمہارے قدموں میں لغزش پیدا ہوجائے گی اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر کرو، بیشک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے'' (سورہ انفال:۴۶)

مطلب:۔ اجتماعی زندگی میں اتحاد ایک بڑی قوت ہے، اس کے ذریعہ بہت سے مشکل اور پیچیدہ مسائل حل ہوتے ہیں، اس کے برخلاف آپسی تنازع سے قومیں وزن کھودیتی ہیں اور اس کے نتیجہ میں لوگ اپنے مقصد کو حاصل کرنے میں ناکام رہتے ہیں، اس لئے کہ اختلاف اور جھگڑے کسی مسئلہ کا حل نہیں ہوا کرتا ہے، بلکہ وہ نت نئے مسائل کے دروازے کو کھولتا ہے اور ایسا شخص مسائل ومعاملات کے گرداب میں پھنستا رہتا ہے، ہاں اگر کسی معاملہ میں اختلاف رائے ہوجائے تو اس کے لئے سنجیدگی ومتانت سے نتیجہ خیز حل کرنے کی کوشش کی جائے، ایک عرب مورخ نے لکھا ہے کہ جب اختلاف بڑھتا ہے تو اس کی خلیجیں وسیع سے وسیع تر ہوتی جاتی ہیں اور آدمی کے حواس پر اس کے اثرات اس حد تک چھا جاتے ہیں کہ وہ نقطہ اتحاد کو بھول جاتا ہے، اس کی نظر میں اسلامی اخلاق کی ابتدائی چیزیں بھی نہیں آپاتیں، جس کی وجہ سے اس کا معیار فکر بدل جاتا ہے، پھر اس سے وحدت امت کو شدید نقصان پہونچاتا ہے، چنانچہ غور وفکر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ماضی میں اسپین کے اندر مسلم حکومت کے زوال کا سبب یہی اختلاف وانتشار تھا، حالانکہ اسپینی مسلمانوں نے جس وقت مسیحی قوت سے شکست کھائی اس وقت وہ علم وتہذیب اور سائنس وٹکنالوجی کے میدان میں اپنے حریف سے بدرجہا بڑھے ہوئے تھے، اس کے باوجود ان کے شکست کی وجہ یہ تھی کہ عیسائی متحد تھے جبکہ مسلمان فرقوں اور جماعتوں میں بٹ گئے تھے، امراء وعمال نے مرکز خلافت سے بغاوت کرکے اپنی چھوٹی چھوٹی خودمختار حکومتیں قائم کرلی تھیں، اسلام نے اس فکر میں تبدیلی لانے کے لئے مسلمانوں کو ایک مرکز سے وابستہ رہنے کی تعلیم دی، اس لئے اب وقت آگیا کہ تمام خودغرضیوں اور مصلحتوں سے اوپر اٹھ کر ملت اسلامیہ کے اتحاد میں حائل تمام رکاوٹوں کو دور کیا جائے اور ایک ایسی طاقت بنائی جائے جس کو قرآن پاک نے ''بنیان مرصوص'' (سیسی پلائی ہوئی دیوار) سے تعبیر کیا ہے، مگر ستم ظرفی کہئے کہ جو مذہب عالمگیر وحدت کا داعی وپیامبر ہے، آج خود اس کے پیروکار گروہی وعلاقائی عصبیت، خاندانی ونسلی برتری، زبان وبیان اور مسلکی اختلافات کی بنیاد پر انتشار وافتراق کے شکار ہوگئے، انہوں نے رنگ ونسل کے امتیاز واختلاف کی اونچی اونچی دیواریں کھڑی کردیں

فرقہ بندی ہے کہیں اور کہیں ذاتیں ہیں
کیا زمانے میں پنپنے کی یہی باتیں ہیں

آیئے عصبیت جاہلی کی اس دیوار کو منہدم کردیں اور مضبوط اجتماعی اتحاد کے ساتھ زندگی گذاریں، اللہ ہمیں اختلاف وافتراق سے بچنے اور اتحاد واجتماعیت کی زندگی گذارنے کی توفیق بخشے۔ آمین

دروغ گوئی سے بچئے

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اپنی امت کے بارے میں سب سے زیادہ خطرہ چرب زبان منافقوں سے ہے۔ (مسند احمد، طبرانی)

وضاحت:۔ انسان کے ہر قول وعمل کی درستی کی بنیاد یہ ہے کہ اس کے لئے اس کا دل اور اس کی زبان دونوں ایک دوسرے کے مطابق اور ہم آہنگ ہوں، جس کو صدق اور سچائی کہتے ہیں، یہ صفت جس شخص کے اندر پائی جائے گی، وہ بہت سی برائیوں سے محفوظ رہے گا، اور سب کے بھروسے کے قابل رہے گا اور سب سے بڑا فائدہ یہ ہوگا کہ وہ اللہ کے یہاں اعزاز واکرام سے نوازا جائے گا: "**لیجزی اللہ الصادقین بصدقھم**" اللہ سچ کہنے والوں کو ان کی سچائی کا عوض دیتے ہیں، عام طور پر صحیح اور درست بات کرنے والوں کو صادق کہا جاتا ہے، مگر شریعت اسلام میں اس کے معنی کے اندر بڑی وسعت وگہرائی ہے، اگر کسی کے کردار وعمل میں سچائی ہو تو وہ مومن بندہ اللہ کا محبوب بندہ ہوتا ہے، گویا یہ ایمان واسلام کی بڑی علامت ونشانی ہے، اس کے برخلاف ہر قسم کا جھوٹ دل کے نفاق کے ہم معنی ہے، کیونکہ صدق کی راہ سے ایمان اور نیکی کا جذبہ ابھرتا ہے اور جھوٹ کی راہ سے نفاق اور برائی کی خواہش پیدا ہوتی ہے، بہت سے لوگ اپنی قوت گویائی اور چرب زبان سے لوگوں کے فکر وعقل کو اچک لیتے ہیں اور معاملے کے رخ کو اس طرح پھیر دیتے ہیں گویا کہ ان کے دل کی آواز ہے درانحالیکہ ان کے دلوں میں نفاق کے جراثیم بھرے ہوتے ہیں، قیامت کے دن اللہ کے یہاں ہاتھ وپیر سب ان کے خلاف گواہی دیں گے "**یوم تشھد علیھم السنتھم وایدیھم وارجلھم بما کانو یعملون**" اس لئے حدیث شریف میں کہا گیا کہ دروغ گو، چرب زبان منافق سے ہوشیار رہو، بیدار رہو، ذرا معاشرہ کا جائزہ لیجئے کہ اکثر دیکھا گیا کہ جو لوگ چرب زبان ہوتے ہیں وہ فضول باتیں کثرت سے کرتے ہیں اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو زیادہ بولتا ہے، اس سے غلطیاں زیادہ ہوتی ہیں اور جن کی غلطیاں زیادہ ہوتی ہیں اس کے گناہ بڑھ جاتے ہیں، انہیں بنیادوں پر آقائے دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، اس کو چاہئے کہ اچھی اور بھلی بات کہے، ورنہ خاموش رہے، حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کونسا عمل افضل ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبان نکالی اور اس پر اپنا ہاتھ مبارک رکھدیا اور فرمایا کہ اس کو روکو، اس کی حفاظت کرو، گویا لایعنی اور غیر ضروری باتوں سے پرہیز کرو جو کہ ایک شریف انسان کی صفت ہے جب فضول باتوں سے ہی روکا گیا تو بے جا چرب زبان کے ذریعہ معاملہ کے رخ کو موڑنا شرافت انسانی کے خلاف ہونا ظاہر ہوا اور مذکورہ حدیث میں اسی امر کی طرف اشارہ کیا ہے تاکہ امت کسی فتنہ کے اندیشہ میں نہ مبتلا ہو۔

دینی مسائل

مفتی احتکام الحق قاسمی

قومی ترانہ جن گن من...... پڑھنا

س: پرچم کشائی کے بعد قومی ترانہ جن گن من...... پڑھا جاتا ہے، بہت سارے اسکول وکالج میں مسلم طلبہ بھی پڑھتے ہیں بلکہ یوپی کے مدارس میں تو وہاں کی حکومت نے لازم قرار دیا ہے اور نہ پڑھنے کی صورت میں قانونی کارروائی یا بلاوجہ پریشان کئے جانے کا شدید اندیشہ ہے ایسی صورت میں کیا مسلمانوں کیلئے اس کا پڑھنا جائز ہے؟

ج: ترانہ جن گن من...... رابندرناتھ ٹیگور کا ہے جسے ۲۴/جنوری ۱۹۵۰ء کو بھارت کی قانون ساز کمیٹی نے سرکاری طور پر منظوری دی اور یہ بھارت کا قومی ترانہ قرار پایا، یہ ترانہ کسی ایک قوم کا خاص شعار نہیں بلکہ سیکولر ملک اور دھرم نرپیکچھ راشٹریہ کا ترانہ ہے، جس وقت اس ترانہ کو منظوری ملی ہوگی اس وقت سیکولر ذہنیت کے لوگ تھے اور انہوں نے یقیناً اس پہلو سے بھی غور کیا ہوگا کہ اس ترانہ میں ایسا کچھ نہ ہو جس سے کسی کے مذہب کو ٹھیس پہونچے اور کسی کا عقیدہ مجروح ہو، چنانچہ اس نظم میں غور کرنے سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ یہ نظم محتمل المعنیین ہے، ہر مذہب والا اپنے اپنے اعتقاد کے مطابق اس کو ڈھال سکتا ہے اور پڑھ سکتا ہے، شاعر نے خواہ جس کی مدح اور تعریف میں پڑھا ہو ہمیں اس سے بحث نہیں، لیکن بظاہر یہی سمجھ میں آتا ہے کہ شاعر خدا کی ذات پر یقین رکھتا ہے اور اس نے یہ نظم اسی کے حمد وثنا میں ترتیب دی ہے، کیونکہ نظم کے الفاظ کے معانی میں اس بات کی پوری گنجائش موجود ہے، لہذا اگر ایسی ضرورت پیش آجائے کہ نہ پڑھنے کی صورت میں فتنہ میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں اس نظریہ سے پڑھا جائے کہ اس نظم میں اس عظیم ہستی کی تعریف کی گئی ہے جو ساری کائنات کا خالق ومالک ہے جس کے قبضہ قدرت میں ملکوں کی تقدیر ہے، جس کی قدرت کا مظاہرہ دریاؤں میں، سمندروں میں، پہاڑوں میں، مشرق ومغرب، شمال وجنوب اور کائنات کے ذرہ ذرہ میں ہے، جس کا ہر جگہ نام لیا جاتا ہے، اس کی تعریفیں کی جاتی ہیں اور اسی سے کامیابی وکامرانی کی دعائیں مانگی جاتی ہیں، اب اس کے الفاظ کے معنی پر غور کیجئے۔

(۱) ادھینائک: ہندی شبد کوش میں اس کا معنی loZf/kdj laiUu 'kkld لکھا ہے یعنی ایسا حاکم مطلق جو اپنے ارادہ سے جو چاہے کرے نہ اس پر کسی کو پابندی لگانے کا اختیار ہو نہ سوال کرنے کا اور ایسا حاکم تو اللہ ہی ہے جس کی شان ہے: "فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ" (سورۃ البروج:۱۶) اور جس کے بارے میں قرآن کہتا ہے: "لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ" (سورۃ الانبیاء:۲۳)

(۲) بھارت بھاگیہ ودھاتا:۔ بھارت کی تقدیر بنانے والا۔

(۳) منگل دایک:۔ کامیابی وکامرانی سے ہمکنار کرنے والا۔

(۴) جے ہے:۔ تیری ہی تعریف ہے۔

اب ان الفاظ کا معنی سمجھنے کے بعد نظم کا معنی ہوگا:۔ اے نوع انسانی کے قلوب کے مالک حقیقی، اے بھارت کی تقدیر بنانے والے تیری تعریف ہے۔ اے بھارت کی تقدیر بنانے والے! پنجاب، سندھ، گجرات، مراٹھا، دراوڑ اتکل، بنگال وندھیاچل اور ہماچل پردیش کے تمام لوگ، گنگا، جمنا اور اچھلتے لہراتے سمندر تیرا ہی نام لے کر بیدار ہوتے ہیں اور تجھ سے نیک دعائیں مانگتے ہیں، پھر بڑے ہی غلبہ کی داستان بیان کرتے ہیں، اے بھارت کی تقدیر بنانے والے! اے لوگوں کی آرزو کی تکمیل کرنے والے تیری تعریف ہے، تیری تعریف ہے، تعریف ہے، تعریف ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ "جے" کو اللہ کے لئے استعمال کرنا صحیح نہیں معلوم ہوتا، کیونکہ اس لفظ کو مشرکین دیوی دیوتاؤں کیلئے استعمال کرتے ہیں، یہ تشبہ بالکفار ہے جو ممنوع ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ "جے" کا معنی بنیادی طور پر تعریف کرنا ہے جیسا کہ آن لائن اس کا معنی لکھا ہے۔

t;'kCndsfgUnhesadbZvFkZgSaijarqeq[;vFkZgksrkgSfdlhdhç'kalkdjuk

تو جب "جے" کا مفہوم بنیادی طور پر تعریف کرنا ہے تو شرعی نقطہ نظر سے ذات باری تعالیٰ پر اس کے اطلاق میں کوئی قباحت معلوم نہیں ہوتی جس طرح عبادت کے مفہوم کو ہندی میں پوجا کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور ذات باری کی عبادت کو ہندی میں اگر پوجا سے تعبیر کیا جائے تو شرعاً اس میں کوئی حرج نہیں ہوتی۔

رہ گیا تشبہ بالکفار تو تشبیہ وہی ممنوع ہے جس میں فاعل کی نیت تشبہ کی ہو یا وہ ان کا خاص شعار ہو یا فی نفسہ اس میں شرعاً کوئی حرج ہو اور مذکورہ ترانہ کسی قوم کا خاص شعار بھی نہیں اور نہ ہی مسلمان، مشرکین کی مشابہت اختیار کرنے کیلئے پڑھتا ہے بلکہ وہ ملک کا ترانہ ہونے کی حیثیت سے ایک رسم کے طور پر اور کسی فتنہ میں پڑنے کے خوف اور اندیشہ سے بچنے کیلئے پڑھتا ہے، لہذا یہاں تشبہ بالکفار کا پہلو بھی نہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس طرح کے موقع پر "ترانہ" سارے جہاں سے اچھا...... پڑھنے سے اگر کام نکل سکتا ہے تو اسی کو پڑھا جائے اور اگر قومی ترانہ ہی پڑھنے کی مجبوری ہو تو وحدہ لاشریک لہ کے حمد وثنا کے تصور سے پڑھا جاسکتا ہے شرعاً اس کی گنجائش ہے۔

ان التشبه بهم لايكره فى كل شىء بل فى المذموم وفيما يقصد به التشبه (الدر المختار)

قوله: (لان التشبه بهم لايكره فى كل شىء) فانا ناكل ونشرب كما يفعلون، بحر عن شرح الجامع الصغير لقاضيخان، ويؤيده مافى الذخيرة قبيل كتاب التحرى قال هشام: رأيت على ابى يوسف نعلين مخصوصين بمسامير، فقلت: اترى بهذا الحديد بأسا، قال: لاقلت سفيان وثور بن يزيد كرها ذالک لان فيه تشبها بالرهبان، فقال: كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يلبس النعال التى لها شعر وانها من لباس الرهبان، فقد اشار الى ان صورة المشابهة فيما تعلق به صلاح العبد لايضر" (رد المختار: ۳۸۴/۲، مطلب فى التشبه باهل الكتابة)----فقط

واللہ تعالیٰ اعلم

Scanned with CamScanner

امارت شرعیہ بہار اڑیسہ وجھارکھنڈ کا ترجمان

ہفتہ وار
نقیب

پھلواری شریف

جلد نمبر 61/71 شمارہ نمبر 31 مورخہ ۲۹/ذی الحجہ ۱۴۴۲ھ مطابق ۹/اگست ۲۰۲۱ء روز سوموار

سال نو کا پیغام

اسلامی سال کا پہلا مہینہ محرم الحرام سے شروع ہوتا ہے اور ذی الحجہ پر ختم ہو جاتا ہے، جس وقت یہ شمارہ آپ تک پہونچے گا ہجری تقویم کا ایک اور ورق الٹ چکا ہوگا اور اسلامی سن ۱۴۴۳ھ کا آغاز ہوگا، یاد رکھیے کہ ہمارے ہجری سن کی بڑی دینی، ملی اور تاریخی حیثیت ہے، مسلمانوں کو اس عظیم ہجرت کی یاد دلاتا ہے جس نے دنیا کی مذہبی تاریخ کا نقشہ تبدیل کر دیا اور اسلام کو پھیلنے اور مسلمانوں کو آگے بڑھنے کا راستہ کھول، ہمیں یہ یاد دلاتا ہے کہ اسلام اور ایمان کے لئے تمہیں اپنا گھر بار، مال و دولت کو بھی چھوڑنا پڑے تو چھوڑ دو؛ لیکن اسلام کو نہ چھوڑو اور ایمان پر بٹہ نہ لگاؤ گویا جس طرح اس کی تاریخی حیثیت ہے اسی طرح اس کی شرعی حیثت بھی ہے، قرآن مجید میں رب کائنات کا ارشاد ہے، یسئلونک عن الاھلہ قل ھی مواقیت للناس والحج ہم نے تمہارے لئے چاند کو اور چاند کے تغیرات کو میقات بنا دیا ہے، یعنی ہماری اکثر عبادتوں کا انحصار رویت ہلال سے متعلق ہے، خصوصا ان عبادات میں جن کا تعلق کسی خاص مہینے اور اس کی تاریخوں سے ہے جیسے رمضان المبارک کے روزے، حج کے مہینے، محرم اور شب برأت وغیرہ سے متعلق احکام سب رویت ہلال سے متعلق ہیں، لیکن افسوس یہ ہے کہ بہت سے لوگ قمری حساب کو بھلاتے جا رہے ہیں، صرف معدودے چند ملی و تعلیمی اداروں میں یہ نظام رائج ہے، ورنہ عام طور پر اس کا رواج کم تر ہوتا جا رہا ہے، حتی کہ کلنڈروں سے بھی قمری مہینوں کے اعداد و شمار غائب ہوتے جا رہے ہیں، جس کی وجہ سے بہت سے لوگوں کو اسلامی مہینے بھی پورے طور پر یاد نہیں رہتے ہیں، حالانکہ ہر قوم نے اپنا حساب و کتاب رکھنے کی ایک تاریخ مقرر کی ہے، ہندوستان میں عیسوی سن کی مقبولیت ہے، اور انگریزوں کے اثرات کی وجہ سے انگریزی سن رائج ہوئے جس کا سن جنوری سال سے شروع ہوتا ہے، ہندوں کے یہاں بکرمی حساب رائج ہے، مگر مسلمانوں کا نیا سال ہجرت سے شروع ہوتا ہے جس کا باضابطہ استعمال عہد نبوت میں تو نہیں ہو سکا البتہ حضرت عمرؓ کے عہد خلافت سے رائج ہے اور تاریخ کے ہر دور میں اس کا چلن رہا، جواب کمزور پڑتا جا رہا ہے، اگر ہم صرف دفتری اور کاروباری معاملات میں جن کا تعلق سرکاری دفاتر یا غیر مسلموں سے ہے ان میں صرف شمسی حساب رکھیں، باقی اپنے دینی اداروں اور روز مرہ کی ضروریات میں قمری تاریخوں کا استعمال کریں تو اس سے ہمارا ملی شعار بھی محفوظ رہے گا، اور اتباع سنت کی وجہ سے یہ موجب برکت وثواب بھی ہوگا، اس موقع سے مسلمانوں کو یہ عہد کرنا چاہئے کہ اس کا یہ سال پچھلے سال کے مقابلہ میں کہیں اچھا رہے گا، اعمال کی درستگی اور بہتر انداز میں ہوگی، شریعت کی پوری طرح پاسداری کی جائے گی، لوگوں کو ایک اور نیک بننے کی تلقین کی جائے گی خود کو اور دوسروں کو راہ راست پر لگایا جائے گا جس سے دنیا وآخرت دونوں کی کامیابی نصیب ہو، سال کا پہلا مہینہ محرم بڑی عظمت والا مہینہ ہے، اس مہینہ میں نفلی روزہ رکھنا اللہ کو بہت زیادہ پسند ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ماہ میں روزہ رکھا اور صحابہ کرام کو اس کے روزہ کا حکم دیا اور یہودیوں کی مشابہت سے بچنے کے لئے دو دن کے روزے کا حکم فرمایا، اس لئے آپ بھی عاشورہ کا روزہ رکھئے ، ۹/اور ۱۰/محرم یا ۱۰/اور ۱۱/محرم کو روزہ رکھئے اور اپنے بالغ اہل وعیال کو بھی اس کی ترغیب دیجئے نیز اپنے اہل وعیال کے کھانے پینے کی چیزوں میں فراخی سے کام لیجئے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس دن کی برکت سے سال بھر رزق میں فراخی عطا فرماتے ہیں، جو لوگ عشرہ محرم میں ڈھول، تاشے اور مجرے کی محفلیں سجاتے ہیں، وہ گناہ کرتے ہیں، مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہیے۔

ابھی انتظار کیجئے

آٹھویں امیر شریعت کے انتخاب کے لیے ۸/اگست کی تاریخ مقرر کی گئی تھی؛ لیکن حالات اب بھی نارمل نہیں ہیں، جھارکھنڈ اور اڈیشہ کے بعض علاقوں میں اب بھی لاک ڈاؤن سختی کے ساتھ نافذ ہے، ایسے میں ارباب حل وعقد کو اپنی رائے دہی میں دشواریوں کا سامنا تھا، بہار میں بھی پچاس سے زائد لوگوں کے جمع ہونے پر اب بھی پابندی ہے، اس کے علاوہ انتخاب کے لئے جو طریقۂ کار وضع کیا گیا تھا، اس پر اہل علم اور صاحب افتاء حضرات کو انشراح نہیں تھا، گیارہ رکنی کمیٹی سے دو معزز ارکان نے استعفیٰ بھی دے دیا تھا، ان حالات کے پیش نظر نائب امیر شریعت حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی مدظلہ جو امیر کے انتخاب تک مثل امیر ہیں، نے شوریٰ کی تجویز کے مطابق حالات معمول پر آنے تک انتخاب کی کارروائی کو مؤخر کر دیا ہے، انہوں نے سب کمیٹی تحلیل کر دی ہے، اور انتخاب سے متعلق تمام کاموں پر فوری طور سے روک لگا دی ہے، بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ کے ارباب حل وعقد، امارت کے مخلصین متعلقین اور مجلس شوریٰ کے بیشتر ارکان نے اس فیصلے کی ستائش کی ہے اور امارت شرعیہ کی بقا اور تحفظ کے نقطۂ نظر سے اسے بہتر قدم قرار دیا ہے۔

نائب امیر شریعت مدظلہ نے واضح کر دیا ہے کہ حالات جیسے ہی معمول پر آئے حسب سابق اجلاس بلایا جائے گا اور دستور کے اعتبار سے صاف شفاف انتخاب عمل میں آئے گا، ضرورت محسوس ہوگی تو نئی سب کمیٹی بھی تشکیل دی جائے گی اور ذمہ داران امارت شرعیہ کے باہمی مشورے سے اس کام کو انشاء اللہ پایہ تکمیل تک پہونچایا جائے گا۔

ملک میں خانہ جنگی

ملک میں خانہ جنگی کا آغاز ہو گیا ہے، اس کی شروعات آسام اور میزورم کے درمیان ۲۶/جولائی ۲۰۲۱ء روز سوموار کی لڑائی سے ہوئی ہے، اب تک ہم لوگ دوسرے ملکوں سے سرحدی تنازعہ کی بات کر رہے تھے لیکن اب ریاستی سرحدوں پر بھی تنازعہ شروع ہو گیا ہے، بین ریاستی سرحدی تنازعہ میں آسام کے چھ پولیس اہل کار کی موت ہو گئی اور اس پی کو بھی بندوق کی گولی نے چھو لیا ہے، کچھار کے اس پی چندر کانت کے ساتھ دوسرے پچاس پولیس والے بھی زخمی ہوئے ہیں، ریاست کے ایک وزیر پری مل شکلا ویدھ نے اسی (۸۰) لوگوں کے زخمی ہونے کی بات کہی ہے۔ واقعہ کی تفصیل میزورم کے آئی جی کے مطابق یہ ہے کہ متنازعہ زمین میں اٹلانگ ندی کے قریب رات کے ساڑھے گیارہ بجے آٹھ جھونپڑیوں میں آگ لگا دی گئی، جب کہ آسام کے ذرائع کا کہنا ہے کہ سوموار کو بڑی تعداد میں سماج دشمن عناصر لاٹھی ڈنڈے اور لوہے کی چھڑ لے کر آئے اور للت پور میں پولیس والوں پر حملہ کر دیا، کئی گاڑیوں کو توڑ پھوڑ کر رکھ دیا، جس پر بات بڑھ گئی اور یہ واقعہ رونما ہو گیا، قابل ذکر ہے کہ آسام کی براک گھاٹی کے اضلاع کچھار، کریم گنج اور ہائیلا کانڈی کی ایک سو چونسٹھ کلومیٹر لمبی سرحد میزورم کے تین اضلاع آئی زول، کولا سیب و مامت کے ساتھ لگتی ہے، جہاں زمینی تنازعہ ۲۰۲۰ء سے جاری ہے اور وقفہ وقفہ سے یہاں لڑائیاں ہوتی رہی ہیں، آسام اور میزورم دونوں کے وزراء اعلیٰ اور افسران اس واقعہ کے لیے ایک دوسرے کو ذمہ دار ٹھہراتے ہیں، دونوں نے وزیر اعظم اور وزیر اعلیٰ سے درخواست کی ہے کہ وہ اس معاملہ میں دخل اندازی کر کے جھگڑے کو نمٹانے کا کام کریں، مرکزی حکومت نے دونوں ریاستوں سے حالات کو پُر امن بنائے رکھنے کو کہا ہے، ظاہر ہے یہ مسئلہ کا حل نہیں ہے، مرکزی حکومت نے فوری طور پر اس سرحدی تنازعہ کو حل نہیں کیا تو جلد ہی یہ آگ جنوب مشرق کی ان ریاستوں میں پھیل سکتی ہے جو اپنی موجودہ سرحدوں سے ابھی تک مطمئن نہیں ہو سکے ہیں، اگر خدانخواستہ ایسا ہوا تو حالات انتہائی نازک ہو جائیں گے، ذرا اس منظر کا تصور کیجئے جب ایک ریاست کی پولیس دوسری ریاست کے عملہ پر گولی چلا رہی ہو اور اپنے ہی ملک کے جوان اپنے لوگوں کی گولی سے جاں بحق ہو رہے ہوں، اللہ وہ دن کبھی نہ لائے۔

افسر شاہی

بہار کی نتیش حکومت میں افسر شاہی کی بن آئی ہے، عوامی نمائندوں کی بات افسر سننے کو تیار نہیں، یہ شکایت این ڈی اے میں شریک ہر رکن اسمبلی کو ہے، ظاہر ہے جب حکمراں پارٹی کے ارکان کا یہ حال ہے تو حزب مخالف کا اس سے بھی برا حال ہوگا، جدیو اور بھاجپائیوں کی تو کچھ سن بھی لی جاتی ہے، لیکن دوسری حلیف پارٹیوں کا بہت برا حال ہے، مکیش سہنی افسروں کے اس رویہ سے اس قدر ناراض تھے کہ وہ وزارت تک چھوڑنے پر راضی ہو گئے تھے، مکیش سہنی وی آئی پی کے قومی صدر اور مویشی اور مچھلی پروری کے وزیر ہیں، وزیر اعلیٰ سے بند کمرہ میں ہوئی ملاقات کے بعد وہ حکومت میں بنے رہنے پر راضی ہوئے، حالاں کہ انہوں نے برملا کہا تھا کہ چپراسی تک ان کی نہیں سنتا، ایم ایل اے صاحبان کی میٹنگ میں پانچ ارکان کا کہنا تھا کہ افسروں کی نظر میں ان کی کوئی عزت نہیں ہے، صحیح اور سچی بات یہ ہے کہ تاریخ کے کسی دور میں نہ تو مقننہ اس قدر کمزور رہی ہے اور نہ ارکان اسمبلی، مکیش سہنی اس میٹنگ میں نہیں شریک ہوئے، ان کا کہنا تھا کہ جب بات سنی ہی نہیں جاتی تو جانے کا کیا فائدہ ہے؟ عام ارکان کی رائے تھی کہ افسران کے تبادلے اور تقرری میں افسران ان کے مشورے کا خیال رکھیں، تبھی ارکان اسمبلی اپنے اپنے حلقوں میں باوزن اور با اثر رہیں گے، اگر ان کی نہیں سنی جائے گی اور وہ عوام کے کام نہیں آسکیں گے تو کس منہہ سے ووٹ مانگنے ان کے پاس جائیں گے۔

اس صورت حال کی وجہ سے ارکان اسمبلی اور افسروں کے درمیان ٹھن سی گئی ہے، افسران اپنے کام میں کسی کی دخل اندازی پسند نہیں کرتے جو ان کی مرضی ہوتی ہے کر گذرتے ہیں، جب کہ ارکان اپنے انداز سے کام کروانا چاہتے ہیں، سفارش کرتے ہیں، لیکن ان کے من مطابق کام نہیں ہوتا، جس سے سماج میں ان کا ہلکا پن سامنے آتا ہے۔

جمہوریت میں حکومت عوام کی ہی ہوتی ہے جو ان کے نمائندگان کے ذریعہ انجام پذیر ہوتی ہے، ایسے میں افسران کو عوامی نمائندگان کی رائے کا خیال نہ کرنا اور بالکلیہ نظر انداز کر دینا صحیح نہیں ہے، وزیر اعلیٰ کو کوئی درمیان کی راہ نکالنی چاہیے، انہوں نے وزراء کو تاکید کی ہے کہ وہ عوامی نمائندگان کی سنیں اور ضرورت محسوس کریں تو ان سے مل بھی لیں، لیکن اتنا کہہ دینا کافی نہیں ہے، ضرورت افسر شاہی کو بھی لگام دینے کی ہے اور یہ کام وزیر اعلیٰ ہی کر سکتے ہیں، دوسرے کے بس کا نہیں ہے۔

اعلیٰ تعلیمی اداروں کا حال

ہندوستان میں بہت ساری یونیورسٹیاں ہیں، ان میں سے کئی کو ہم لوگ اپنے اپنے اعتبار سے معیاری قرار دے کر اپنی پیٹھ تھپتھپا لیتے ہیں، لیکن عالمی سطح پر کون سی یونیورسٹی ہر اعتبار سے معیاری ہے، اس کے لیے کیو ایس اور ٹائم کے ذریعہ رینکنگ کیا جاتا ہے، ہندوستانی یونیورسٹیاں اس رینکنگ میں ایک سو پچاس تک بھی مقام نہیں پا سکی ہیں۔ اعلیٰ سطح کی پانچ یونیورسٹیوں میں صرف سات آئی آئی ٹی اور بنگلور کی انڈین انسٹی چیوٹ آف سائنس کے علاوہ کسی نے کوئی مقام حاصل نہیں کیا ہے۔ حالاں کہ پورے ہندوستان میں یو.جی.سی کے تحت ۹۸/ یونیورسٹیاں ہیں، جن میں مرکزی حکومت کی چون، ریاستی حکومت کے ۴۲۹، ڈیمڈ ۱۲۵ اور پرائیوٹ تین سو اسی یونیورسٹیاں شامل ہیں، ان میں سے ایک بھی سر فہرست یونیورسٹیوں میں شامل نہیں ہے، یہ کس قدر افسوس کی بات ہے، جب کہ امریکہ میں ۲۹/، برطانیہ میں ۱۷، آسٹریلیا کی گیارہ جنوبی کوریا کی آٹھ، چین کی سات یونیورسٹیاں فہرست میں سو کے عدد جگہ بنانے میں کامیاب ہو گئی ہیں، ، تقابل مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ امریک کے جس ایم آئی ٹی نے پہلی پوزیشن حاصل کی ہے وہاں پڑھانے والوں کی تعداد ۳۰۶۵/اور غیر ملکی طلبہ وطالبات کی تعداد ۳۷۳۰/رہے، اور تناسب اساتذہ اور طلبہ کا ۱۹۴ ہے، اس کے مقابل آئی ٹی آئی ممبئی ہے، جہاں معلم کی تعداد ۱۰۱ ہے اور طلبہ اساتذہ کا تناسب صرف ۱۱:۱ ہے، غیر ملکی طلبہ یہاں صرف ۱۱۶/ہیں اور اس کا مقام ۱۷۷/ویں نمبر پر ہے۔

ہر سال جب رینکنگ کا اعلان ہوتا ہے تو فطری طور پر ہمیں خیال ہوتا ہے کہ ہم اس قدر اعلیٰ تعلیم میں دنیا سے کیوں پیچھے ہیں؟ اس کا مختصر سا جواب یہ ہے کہ ہمارے یہاں معیاری تحقیقی کام کم ہو رہا ہے، یہاں کی یونیورسٹیوں میں اساتذہ کی کمی ہے اور بہت ساری جگہیں خالی ہیں، ایک اندازے کے مطابق یہاں چالیس ہزار کالج ہیں جن میں چار کروڑ طلبہ وطالبات تعلیم حاصل کر رہے ہیں، جنہیں پندرہ لاکھ اساتذہ تعلیم دیتے ہیں، جو ضرورت کے اعتبار سے انتہائی کم ہیں، اسی طرح ہمارے یونیورسیٹوں میں وائس چانسلر کی تقرری صلاحیت پر کم سیاسی یا مالی تعلقات کی بنیاد پر زیادہ ہوتی ہے، جس کی وجہ سے یونیورسیٹوں کی باگ ڈور کمزور صلاحیت کے لوگوں کے پاس چلی جاتی ہے، اور ان کا زیادہ وقت سیاسی لوگوں کی جی حضوری اور دیے گئے مال کی واپسی کی تگ ودو میں صرف ہو جاتا ہے، انہیں تعلیم کے معیار پر توجہ کا موقع ہی نہیں ملتا ہے۔

اس صورت حال کو بدلنا اسی وقت ممکن ہوگا جب تحقیقاتی کاموں پر خصوص توجہ دی جائے، سرکاری تعلیمی اداروں میں اضافہ کیا جائے، عوامی تعلیمی اداروں کو معیاری بنانے پر توجہ صرف کی جائے اور ان کے لیے خصوصی مراعات کا اعلان کیا جائے، تعلیم کے اوقات بڑھائے جائیں اور تدریس کے اوقات فضول کاموں پر صرف نہ کیے جائیں، اسی طرح وائس چانسلر کے تقرری میں شفافیت برتی جائے۔

Scanned with CamScanner

یادوں کے چراغ ✍: مولانا فضیل احمد ناصری

حضرت مولانا عبدالخالق سنبھلیؒ

آخر وہی ہوا، جس کا دھڑکا لگا تھا۔ دارالعلوم دیوبند کے استاذِ حدیث حضرت مولانا عبدالخالق سنبھلی 30 جولائی 2021ء کو مسافرانِ آخرت میں شامل ہو گئے۔ کیا بتاؤں دل پر کیا گزری! مولانا اگرچہ عمرِ طبعی پا چکے تھے، مگر اپنی جسمانی ساخت سے، چستی پھرتی سے، اپنی ظاہری صحت سے بالکل نہیں لگتے تھے کہ ابھی جانے والے ہیں۔ رمضان کے بعد طبیعت بگڑی، بگڑتی ہی چلی گئی۔ پھر نوبت بایں جا رسید۔

مولانا سے مجھے عقیدت بہت تھی، مگر تعلق کوئی گہرا نہیں تھا۔ کبھی کبھار ملاقات کی سعادت حاصل ہوتی تو وہ کھل اٹھتے۔ ایک سال قبل محلہ خانقاہ میں پھسل کر گر پڑے تھے، جس میں انہیں کافی چوٹیں آئی تھیں۔ کئی دن اسی میں بستر سے لگے رہے۔ پھر وہی صبح وشام اور علم ومطالعہ کا وہی بادہ وجام۔ ایک ماہ قبل جب شدید علالت کی وحشت ناک خبر پھیلی تو عیادت کے لیے حاضر ہوا۔ مولانا بستر پر دراز تھے۔ یرقان کے تابڑ توڑ حملے سے نیم جان۔ چہرہ بشرہ، آنکھیں، تن و توش سبھی زرد زرد۔ گویا فصلِ بہار پر موسمِ خزاں نے اپنا تسلط جما لیا ہے اور فصلِ گل کی ساری نشانیاں ایک ایک کر کے کھرچ دی ہیں۔ میں نے پوچھا کہ اب خیریت ہے؟ کہنے لگے کہ جی پہلے سے بہتر محسوس کر رہا ہوں۔ لبوں پر وہی مسکراہٹ تھی، وہی روایتی انداز تھا، وہی ادائے دل نوازی تھی۔ تھوڑی دیر کی عیادت کے بعد اٹھ کر چلا آیا۔ کیا معلوم تھا کہ یہ ملاقات اس ناسوتی زندگی میں آخری ملاقات ثابت ہوگی۔

مولانا کے اوصاف وکمالات اور ان کی شخصیت کے پاکیزہ پہلوؤں پر تبصرہ کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان کی ابتدائی زندگی پر بھی تھوڑی روشنی ڈال دی جائے۔ یہ مردِ قلندر 4 جنوری 1950 میں پیدا ہوا۔ وطن سنبھل تھا، جہاں سے مولانا محمد منظور نعمانیؒ بھی تعلق رکھتے تھے۔ والد کا نام نصیر احمد۔ مکتبی تعلیم اپنے گھر سے متصل مدرسہ خیر المدارس میں پائی۔ مفتی آفتاب علی اس دور میں وہیں پڑھاتے تھے۔ اپنے نام کی طرح آفتاب و ماہتاب۔ علم وفن میں مثالی۔ مقبولیت میں بہتوں سے بڑھے ہوئے۔ مولانا ان سے بہت قریب تھے۔ مفتی صاحب وہاں سے نکل کر مدرسہ شمس العلوم گئے، تو مولانا بھی ان کے ساتھ ہو لیے۔ یہیں حافظ فرید الدین کے پاس قرآنِ کریم کو حفظ کیا۔ پھر عربی تعلیم کا سفر شروع کیا۔ ابتدائی کتابوں سے لے کر شرح جامی تک مفتی آفتاب علی صاحب سے پڑھی۔ 1968 میں دارالعلوم دیوبند پہونچے اور وقت کے عظیم اساتذہ سے اکتسابِ فیض کیا۔ جن میں شیخ الحدیث مولانا فخر الدین مرادآبادیؒ، حکیم الاسلام قاری محمد طیب صاحبؒ، مفتی محمود حسن گنگوہیؒ، مولانا شریف الحسنؒ اور مولانا نصیر احمد خاںؒ بطورِ خاص قابلِ ذکر ہیں۔ 1972 میں فراغت پائی اور تیسری پوزیشن سے کامیاب رہے۔

فراغت کے بعد ایک سال بعنوانِ تکمیلِ ادب لگایا۔ اس وقت مولانا وحید الزماں کیرانویؒ دارالعلوم کے جزو کل پر حاوی تھے۔ عہد آفریں اور آدم ساز۔ خاک کو کیمیا بنانے میں طاق۔ تراش خراش کا وہ ملکہ کہ بے ہنگم اور ہیچ پوچ پتھر بھی اپنی قسمت پر ناز کرے۔ مولانا سنبھلیؒ نے عربی زبان وادب میں انہیں سے زلہ ربائی کی۔ پھر رسمی طالب علمی ختم ہوگئی۔

تدریس کے میدان میں داخل ہوئے تو مدرسہ خادم الاسلام ہاپوڑ کو اس کے لیے منتخب کیا۔ 1974 سے 1979 تک وہیں رہے۔ جم کر پڑھایا۔ طلبہ میں مقبول رہے۔ ان کی نیک نامیاں ادارے سے باہر نکلیں اور دائرہ بڑھاتی چلی گئیں۔ 1979 میں مدرسہ جامع الہدیٰ مرادآباد نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ یہاں کامیابی کے تین ہی برس ابھی گزرے تھے کہ 1982 میں دارالعلوم دیوبند نے نئی کروٹ لی۔ اسلام کے اس مرکز نے نیا دور اور اس دور کی نیرنگیاں دیکھیں۔ اس دوران اس ادارے نے کئی نئے مدرس رکھے۔ مولانا بھی اسی کارواں کے ایک پیادے بنائے گئے۔ تب سے لے کر تاحینِ حیات اس سے وابستہ رہے۔ تدریس میں نام کمایا۔ تصنیف وتالیف میں اپنا حصہ ڈالا۔ وعظ وخطابت کے لیے ملکوں ملکوں پھرے۔

کتابی چہرہ۔ فراخ پیشانی۔ بیضوی رنگ۔ سنہرے فریم کا چشمہ۔ چشمے کے عقب میں بڑی بڑی آنکھیں، جو ان کی دور بینی اور فراست کو بتاتیں۔ دراز قد۔ اکہرا بدن۔ دھان پان۔ چھوئی موئی کی طرح نرم ونازک۔ ہلکی آندھی بھی انہیں فضا میں اچھال سکتی تھی۔ ہمیشہ کرتے اور پاجامے میں ملبوس۔ سر پر سفید کپڑے کی دو پلی ٹوپی اور ٹوپی پر اسی رنگ کا رومال۔ سر سے پاؤں تک ہر چیز سفید۔ یہ تھا ان کا سراپا۔

مولانا پڑھانے میں بہادر تھے۔ تفہیم کی صلاحیت سے مالا مال۔ بڑی پابندی سے آتے۔ ناغے کا کوئی تصور نہیں تھا۔ ان سے میں نے صرف ایک کتاب، دیوانِ متنبّی پڑھی ہے۔ یہ 1996 تھا۔ میرا داخلہ عربی ششم اولیٰ میں ہوا تھا۔ اس ترتیب کی درس گاہ نودرے میں جنازہ گاہ سے متصل کمرے میں تھی۔ مولانا سبک بار وسبک سار درس گاہ میں داخل ہوتے اور آتے ہی حاضری شروع۔ نام پکارا جاتا۔ محمد صادق، عبدالوارث، فضیل احمد، ایک ہی سانس میں کئی کئی نام۔ کبھی ٹھہر ٹھہر کر نام پکارتے اور کہتے کہ آج تشخص سے حاضری ہوگی۔ پھر نام کے ساتھ گردن بلند اور مسمیٰ پر ایک گہری نگاہ۔ طلبہ خوب محظوظ ہوتے۔ حاضری کے دوران بعض طلبہ ذرا دیر سے آتے تو کہتے کہ غیر حاضری چلے گی، نہ دیر حاضری چلے گی۔

مجھے ان کا پہلا سبق اچھی طرح یاد ہے۔ متنبّی کے ابتدائی اشعار انہوں نے اتنی بار پڑھا اور گنگنایا کہ سنتے سنتے ہی یاد ہو گئے۔

اس طرح لہرا کر پڑھتے کہ طلبہ کے لبوں پر پورے گھنٹے تبسم رہتا اور مجلس زعفران زار۔ تحقیقِ لغات لکھواتے تو اس کا مزا بھی طُرفہ ہوتا۔ کسی کسی لفظ کا مادہ بھی لکھواتے۔ مادے سے مشتق کوئی اہم لفظ آتا تو اس کی نشان دہی کرتے ہوئے آواز بلند کرتے اور ومنہ کے ساتھ اسے بیان کرتے۔ موقع محل سے اردو کے اشعار بھی استشہاداً پیش کرتے۔

اشعار عربی کے ہوں یا فارسی کے، یا پھر اردو کے ہوں۔ قافیہ ردیف والے حصے کو جھٹک کر پڑھتے۔ ان کی زبان سے یہ انداز دل کو بڑا بھاتا تھا۔ اشعار خوانی میں ان کی یہ ادا میری طبیعت میں کچھ اس طرح رچ بس گئی کہ اب میں بھی گنگناتا ہوں تو انہی کے پیرائے میں۔

متنبّی پڑھاتے ہوئے دورانِ گفتگو ایسے جملے لاتے کہ درس کا مزا دو آتشہ ہو جاتا۔ ہم قافیہ الفاظ کا ان کے پاس خزانہ تھا۔ فرمایا کرتے کہ رواں دواں آیئے، کشاں کشاں تشریف لایئے! مولانا کبھی کبھی الفاظ کی ایسی تقطیع کرتے کہ ان سے نیا مفہوم نکلتا۔ وہ ہر نام کی ایسی وجہ بتاتے کہ ذہن ودماغ مزید تازہ دم ہو جاتا۔ کمرہ کی وجہِ تسمیہ بتاتے ہوئے کہتے کہ دراصل یہ لفظ دو الفاظ سے مل کر بنا ہے۔ پہلا لفظ کم ہے اور دوسرا لفظ رہ۔ یعنی وہ گھرا ہوا مقام جہاں کم رہا جائے۔ پھر فرماتے کہ کمرہ میں کم ہی رہنا چاہیے، مگر آپ لوگ زیادہ وقت وہیں ضائع کرتے ہیں۔ اسی طرح گھر کا سببِ تسمیہ تراشتے ہوئے کہتے کہ اصل میں گِھر تھا، کیوں کہ اس میں آدمی گِھر جاتا ہے، مگر کثرتِ استعمال سے گاف کا کسرہ فتحہ سے بدل گیا۔ (بقیہ صفحہ ۱۴ پر)

کتابوں کی دنیا ✍: مولانا رضوان احمد ندوی

(تبصرہ کے لئے کتابوں کے دو نسخے آنے ضروری ہیں)

تسہیل القرآن-تفسیر پارہ عم-۳۰

قرآن مجید کے تیس پاروں میں سب سے آخری پارہ عام بول چال میں پارہ عم یتسائلون ہے یہ آخری پارہ سورۃ النباء سے شروع ہوتا ہے اور سورہ ناس پر ختم ہوجاتا ہے، اس تیسویں پارہ میں ۳۷ر سورتیں ہیں، جس کی تلاوت اکثر وبیشتر پنج وقتہ نمازوں میں سورۃ فاتحہ کے بعد کی جاتی ہے، اگر تلاوت کرنے والے اصحاب کو الفاظ قرآن کے ساتھ اس کے معنی ومفاہیم بھی ذہن ودماغ میں مستحضر رہیں تو ان کو تلاوت کرنے میں لذت وحلاوت ملے گی اور نماز میں بھی خشوع وخضوع کی کیفیت پیدا ہوگی، بندہ کے اندر اپنے رب سے نیازمندانہ بندگی کا بھی اظہار ہوگا، اس لئے علماء مفسرین نے تاریخ کے ہر دور میں ۳۰ر ویں پارہ کی تفسیر مکمل اور بہت عمدہ لکھی، البتہ کسی نے مفصل لکھا اور کسی نے مختصر مگر جامع تحریر فرمایا تاکہ ہر کسی کے لئے استفادہ آسان رہے۔

پیش نظر تفسیر تسہیل القرآن پارہ عم ۳۰ اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس کو دار العلوم وقف دیوبند کے ایک ممتاز اہل دل عالم دین اور امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ کے مؤقر نائب امیر شریعت مخدوم گرامی قدر حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی حفظہ اللہ نے مرتب کیا ہے، آپ ایک معزز دینی وعلمی گھرانے کے چشم وچراغ ہیں، ضلع ارریہ (بہار) کے موضع جھوا کے باشندہ ہیں آپ کا پورا گھرانہ علم ومعرفت اور تصوف وسلوک کا گہوارہ رہا ہے، برسوں سے آپ کے دادا، والد اور خود آپ کا ربط وتعلق خانقاہ رحمانی مونگیر سے رہا ہے، اس نسبت سے تین پشتوں سے چشمہ صافی سے سیراب ہوتے آرہے ہیں، یہی وجہ ہے کہ تزکیہ باطن کا اثر آپ کی زبان وقلم دونوں میں جھلکتا ہے، انداز بیان شگفتہ اور دل نشیں ہے، پڑھتے جایئے دل میں اتر جائے گا، ان کے قلم سے متعدد دینی علمی ادبی اور سوانحی کتابیں منظر عام پر آچکی ہیں، جس سے آپ کے تحقیقی ذوق اور تبحر علمی کا پتہ چلتا ہے، تفسیر کی زبان نہایت ہی صاف اور مباحث مدلل ہیں، طباعت وکتابت بھی معیاری ہے، ۱۱۲ر صفحات پر مشتمل اس تفسیر میں تمام ضروری باتیں آگئی ہیں اس لحاظ سے یہ کتاب اتنی اہم ہے کہ اس کو درس میں داخل کیا جانا چاہئے، یہ خوش آئند بات ہے کہ بہار مدرسہ ایجوکیشن بورڈ نے اپنے یہاں کے نصاب میں اسے شامل کرلیا ہے ضرورت ہے کہ دوسرے اسٹیٹ کے ازاد اور ملحقہ مدارس کے نصاب تعلیم میں بھی شامل کیا جائے۔

فقیہ العصر حضرت مولانا خالد سیف اللہ رحمانی کارگذار جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ نے اس کتاب میں پیش لفظ لکھ کر مؤلف کتاب کی بھرپور تحسین فرمائی ہے، انہوں نے لکھا ہے کہ

اللہ کا شکر ہے کہ اردو زبان میں قرآن مجید کے ترجمہ اور تفسیر پر ڈھیر ساری کتابیں ہیں، عربی زبان کے بعد قرآن مجید پر جس قدر کام اردو زبان میں ہوا ہے، کسی اور زبان میں نہیں ہوا، یہ یقیناً اس زبان کے لئے سرمایہ سعادت ہے، لیکن یہ خدمت عام مسلمانوں کو سامنے رکھ کر کی گئی ہے، دینی مدارس کے طلبہ کی درسی ضرورتیں اس سے پوری نہیں ہوتی ہیں، اسی پس منظر میں محبّ عزیز مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی زیدت حسناتہ نے ایک بہتر کام کیا کہ درسی نقطہ نظر سے پارہ ۲۹، ۳۰ر کی تفسیر مرتب کی، جس میں اولا قرآن مجید کا ترجمہ پیش کیا گیا ہے، پھر سورتوں کا ربط واضح کیا گیا ہے مختصر جامع مانع تفسیر لکھی گئی ہے، جس سے آیات کا مفہوم پوری طرح واضح ہوجاتا ہے، اور آیات کے باہمی ربط پر بھی روشنی پڑتی ہے، اور اخیر میں تمام الفاظ کے معنی اور حسب ضرورت اس کی صرفی ونحوی تحقیق بھی درج کی گئی ہے، ان شاء اللہ پارہ ۲۹، ۳۰ر پڑھنے والے طلبہ کو اس سے بہت نفع پہنچے گا، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور نافع بنائے۔

مؤلف کتاب کو اللہ نے صلاحیت سے نوازا ہے، وہیں صالحیت سے بھی ہمکنار کیا ہے، وہ دار العلوم وقف دیوبند کے مقبول اساتذہ میں ہیں اور ان کی متعدد تالیفات طبع ہوچکی ہیں، جن کو اصحاب ذوق نے اپنی آنکھوں کا سرمہ بنایا ہے، دعاء ہے کہ اللہ تعالیٰ اس خدمت کو قبول کریں اور اُن کو مزید اس طرح کی دینی وعلمی خدمات کی توفیق عطا فرمائیں۔ اس کتاب میں دوسری علمی شخصیات حضرت مولانا عبد الخالق سنبھلیؒ نائب مہتمم دار العلوم دیوبند، مولانا ڈاکٹر محمد شکیب قاسمی نائب مہتمم دار العلوم وقف دیوبند اور مولانا مفتی محمد نوشاد نوری قاسمی استاذ فقہ وادب دار العلوم وقف دیوبند کے تہنیتی کلمات بھی درج ہیں، ان تمام اصحاب فضل وکمال نے اس گرانقدر خدمت پر نیک خواہشات کا اظہار کیا اور فہم قرآن کا شوق رکھنے والے طلبہ واساتذہ کو مطالعہ کی دعوت دی ہے۔

امید ہے کہ یہ کتاب اہل علم میں ذوق وشوق سے پڑھی جائے گی، خواہشمند اصحاب کتب خانہ نعیمیہ اور دار التالیف دیوبند سہارنپور سے صرف ۵۰ر روپے میں طلب کر سکتے ہیں، بصورت دیگر مؤلف کے موبائل 9358140858 پر رابطہ کریں۔

Scanned with CamScanner

قسط ششم

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا محمد شمشاد رحمانی قاسمی نائب امیر شریعت امارت شرعیہ بہار اڈیشہ وجھارکھنڈ

اصول ہشت گانہ دارالعلوم

حضرت نے قیام دارالعلوم کے بعد اس ادارہ کے چلانے کے لئے جو دستور العمل مقرر فرمائے جسے اصول ہشت گانہ کہتے ہیں، یہ اصول آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ تاریخ نے ثابت کردیا کہ ڈیڑھ صدی پہلے جس طرح یہ اصول نہایت اہم، مفید اور موثر تھے ٹھیک اسی طرح آج بھی ان کی افادیت اور اہمیت برقرار ہے۔ میں تفصیل میں نہیں جانا چاہتا، ورنہ ہر اصول کو مستقلاً بیان کرتا۔ لیکن مجموعی طور پر عوامی چندہ، عوامی رابطہ، شورائی نظام، اقامتی نظام اور تعلیمی نظام وغیرہ جن چیزوں پر حضرت کی نگاہِ فراست گئی ہے اسے الہامی کہے جانے کے علاوہ اور کون سا نام دیا جاسکتا ہے؟

یہی وجہ ہے کہ مولانا محمد علی جوہر جیسے بالغ نظر تحریک خلافت کے زمانے میں جب دارالعلوم تشریف لائے اور اصول ہشت گانہ دیکھا تو بے ساختہ ان کی زبان سے یہ کلمات جاری ہوگئے: ''ان اصول کا عقل سے کیا تعلق؟ یہ تو الہامی ہیں۔'' پھر فرمایا: ''حیرت ہے کہ سو برس دھکے کھا کر ہم آج اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ اپنے اجتماعی اداروں کو انگریز کی کسی امداد پر ہرگز معلق نہ رکھیں بلکہ خود اعتمادی کے ساتھ اپنے ہاتھ میں لے کر کھڑے ہوں۔ حیرت ہے کہ یہ بزرگ سو برس پہلے اس نتیجے پر پہنچ چکے تھے۔''

دارالعلوم کی عالم گیر شہرت

چند سالوں میں ہی دارالعلوم کی شہرت ملک سے نکل کر عالمگیر ہوگئی۔ سید محبوب رضوی صاحب لکھتے ہیں کہ: ''دارالعلوم کی عمر کا ابھی نواں سال ہی تھا کہ اس کی شہرت وعظمت کا آوازہ ہندوستان سے گذر کر ممالک اسلامیہ تک پہنچ گیا تھا۔ اس کا اندازہ اس بات سے ہوسکتا ہے کہ قسطنطنیہ کا ایک موقر اخبار ''الجوائب'' اعزازی طور پر دارالعلوم میں آنے لگا۔ عالم اسلامی کا یہ ایک وقیع اخبار تھا۔''

دارالعلوم کی مقبولیت

اسی سال تھانہ بھون میں ''مدرسہ اسلامی'' کا آغاز ہوا اور انہوں نے دارالعلوم سے اپنے ادارہ کے الحاق کی درخواست کی جو روئیداد دارالعلوم میں مذکور ہے۔ اسی طرح دوسرے اداروں کے الحاق کا بھی تاریخ دارالعلوم سے پتہ چلتا ہے۔
۱۲۹۱ھ میں تھانہ بھون کے مدرسہ کا الحاق ہوا تھا، اس سال میں انبیٹھہ (ضلع سہارنپور) مظفرنگر اور گلاؤٹھی (ضلع بلند شہر) میں تین مدرسے بہ ایماء حضرت نانوتویؒ قائم ہوئے۔ تینوں کا دارالعلوم سے الحاق کیا گیا۔ اس لئے ان مدارس کے سالانہ امتحان کا دارالعلوم کی جانب سے انتظام کیا گیا۔ چنانچہ دارالعلوم کے اساتذہ نے ان مدارس میں پہنچ کر امتحانات لئے۔ ''مدرسہ اسلامی عربی دیوبند'' سے ''دارالعلوم دیوبند''

دارالعلوم دیوبند اپنے قیام کے وقت مدرسہ اسلامی عربی دیوبند کے نام سے موسوم تھا، مگر جب ملک میں جابجا اس کی شاخیں قائم ہوگئیں اور عام طور پر اس کی تعلیم کو مستند مان لیا گیا اور علمی حلقوں میں اس کی مرکزیت تسلیم کی جانے لگی تو یکم صفر ۱۲۹۶ھ میں مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ: ''اب اس مدرسہ کو دارالعلوم کہنا بجا ہے۔''

غرض تاسیس بزبان شیخ الہندؒ

دارالعلوم کی بنا کی غرض خود حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ کی زبانی سنئے: فرماتے ہیں ''حضرت الاستاذ حضرت نانوتویؒ نے اس مدرسہ کو کیا درس وتدریس اور تعلیم وتعلم کے لئے قائم کیا تھا؟ مدرسہ میرے سامنے قائم ہوا، جہاں تک میں جانتا ہوں کہ ۱۸۵۷ء کے ہنگامے کی ناکامی کے بعد یہ ادارہ قائم کیا گیا کہ کوئی ایسا مرکز قائم کیا جائے جس کے زیر اثر لوگوں کو تیار کیا جائے تاکہ ۱۸۵۷ء کی ناکامی کی تلافی کی جائے (آخر میں ارشاد فرمایا) صرف تعلیم وتعلم، درس و تدریس جن کا مقصد اور نصب العین ہے میں ان کی راہ میں مزاحم نہیں ہوں لیکن اپنے لئے تو اسی راہ کا انتخاب میں نے کیا ہے جس کے لئے دارالعلوم کا یہ نظام میرے نزدیک حضرت الاستاذ نے قائم کیا تھا۔

چنانچہ حضرت نے احاطہ مدرسہ میں طلبہ کو فنون سپہ گری سکھلانے کا بندوبست بھی فرمایا تاکہ علم کے ساتھ سپاہیانہ اسپرٹ بھی ان میں قائم رہے۔ محکمہ قضا بھی قائم فرمایا تاکہ محکمہ شرعیہ کی خو بھی ان میں محفوظ رہے۔ ترکوں کی امداد کے لئے بھی مساعی فرمائیں، ایسی اجتماعی انجمنوں کی تائید بھی کی جو انگریزوں سے ملکی حقوق حاصل کرنے کے لئے قائم کی گئیں۔

خدمات دارالعلوم

آج برصغیر کے طول وعرض میں دینی علوم سے واقف جتنی ہستیاں نظر آتی ہیں ان کی بڑی تعداد اسی دریائے علم سے سیراب ہوئیں اور بڑے بڑے علماء نے اسی عظیم الشان درسگاہ میں زانوئے تلمذ تہہ کیا ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ علمی خدمات کی گراں مائیگی میں برصغیر ہی میں نہیں بلکہ دوسرے اسلامی ممالک میں بھی ایک دو کے علاوہ کوئی تعلیم گاہ ایسی نہیں ہے جس نے ملت اسلامیہ کی اتنی وقیع، اہم دینی اور علمی خدمات انجام دی ہوں۔ علمائے دارالعلوم کے دینی، علمی، تبلیغی اور تصنیفی کارناموں کا برصغیر ہی میں نہیں بلکہ دوسرے اسلامی ممالک میں بارہا اعتراف کیا گیا ہے، خصوصاً رشد و ہدایت اور تدریس وتبلیغ کے میدانوں میں یہ سب سے الگ نظر آتے ہیں۔ دارالعلوم کی انہی دینی، علمی اور فکری سرگرمیوں نے اسے دنیائے اسلام کی آنکھوں کا مرکز بنادیا ہے اور عجیب تر بات یہ ہے کہ دارالعلوم نے یہ تمام ترقیاں حکومت سے بے نیاز رہ کر کیں۔ دارالعلوم دیوبند کی تاریخ کا اگر غائر نظر سے مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت صاف طور پر نظر آتی ہے کہ یہ قدیم طرز کی صرف ایک درسگاہ ہی نہیں ہے بلکہ درحقیقت احیائے اسلام اور قیام ملت کی ایک عظیم الشان تحریک ہے۔

حکایات اہل دل

مولانا رضوان احمد ندوی

عرصہ سے ہفتہ وار نقیب میں حکایات اہل دل کے ذیل میں بزرگان دین اور اولیاء ومشائخ کے واقعات لکھنے کا سلسلہ جاری ہے، جنہیں قارئین دلچسپی سے پڑھتے ہیں اور اپنے اندر ایمان ویقین میں تازگی وتوانائی محسوس کرتے ہیں، اسی سلسلہ کے چند واقعات یہاں ذکر کئے جاتے ہیں امید ہے کہ آپ انہیں پسند کریں گے۔

اہل دل پر غیروں کے گناہوں کے اثرات

ایک مرتبہ حضرت امام ابوحنیفہؒ نے ایک نوجوان کو غسل کرتے ہوئے دیکھا تو ان کو محسوس ہوا کہ اس کے مستعمل پانی میں زنا کے اثرات دھل کر جارہے ہیں، وہ آدمی تھوڑی دیر کے بعد آپ کے پاس کسی وجہ سے آیا، آپ نے اس کو اچھے انداز میں سمجھایا اور تنبیہ کی، اس نے کہا کہ مجھ سے گناہ ہوا ہے، میں اللہ سے معافی مانگتا ہوں اور آج سے میں سچی توبہ کرتا ہوں، اس کے بعد امام صاحب نے فتویٰ دیدیا کہ مستعمل پانی سے وضو کرنا جائز نہیں کیونکہ جب انسان وضو کرتا ہے تو اس وقت اس کے گناہ جھڑتے ہیں، اللہ والوں کو ان گناہوں کے اثرات نظر آتے ہیں، اسی طرح جب انسان غسل جنابت کرتا ہے تو اللہ والوں کو پتہ چل جاتا ہے کہ کہیں اس کے پانی میں گناہوں کے اثرات تو نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''اللھم ارنا حقائق الاشیاء کما ھی'' اے اللہ ہمیں چیزوں کی حقیقت دکھا دیجئے جیسا کہ وہ ہے، اسی طرح اللہ والوں کو بھی اللہ تعالیٰ چیزوں کی حقیقت دکھا دیتے ہیں۔

سات بادام پر گذر بسر

حضرت امام بخاریؒ نے ایسی ذہانت پائی تھی کہ آپ کو لاکھوں حدیثیں زبانی یاد تھیں، ایک مرتبہ ان سے پوچھا گیا کہ آپ دن میں کتنا کھاتے ہیں تو فرمانے لگے کہ میں آج کل سات بادام کھا کر اپنے کام میں مصروف ہو جاتا ہوں اور میرا پورا دن اسی پر گذر جاتا ہے، سبحان اللہ! جتنے لوگوں کا کیو لیول اچھا ہوتا ہے یہ سب وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے اندر چربی (Fat) تھوڑی ہوتی ہے اور ان کے جسم بہت اچھے ہوتے ہیں۔

عفوودرگذر فضل ہے

خلیفہ منصور کے سامنے ایک مجرم پیش ہوا تو اس نے عرض کیا کہ امیر المؤمنین آپ کو معلوم ہے کہ انتقام عدل ہے، مگر عفوودرگذر فضل۔ یعنی عدل سے اونچا وصف ہے اور خدا کی پناہ کیا امیر المؤمنین اعلی صفت کے مقابلے میں کمتر درجہ کی صفت اپنے لئے پسند کریں گے، منصور نے یہ چبھتا ہوا فقرہ سنا تو اس کا قصور بخش دیا۔

نابینا کا چراغ

ایک شخص رات کے وقت کسی ضرورت سے باہر نکلا تو ایک اندھے کو دیکھا کہ کندھے پر گھڑا اور ہاتھ میں چراغ لئے نہر کی طرف جارہا ہے پھر وہاں سے پانی بھر کر اسی طرح واپس آیا کسی دوسرے شخص نے اس اندھے سے پوچھا کہ بھائی تم تو نابینا ہو، دن کی روشنی اور رات کا اندھیرا تمہارے لئے برابر ہے، پھر یہ چراغ کیوں لئے ہوئے ہو؟ وہ اندھا بولا یہ چراغ تم جیسے دل کے اندھوں کے لئے ہاتھ میں رکھتا ہوں کہ تمہیں راستہ نظر آئے اور اندھیرے میں مجھ سے ٹکرا کر میرا گھڑا نہ پھوڑ ڈالے۔

اللہ دے گا

ایک بوڑھی اور نادار عورت تھی، اپنی معذوری و بے چارگی کی وجہ سے لوگوں سے مانگتی پھرتی تھی، کبھی کسی کے پاس ہوتا تو دیدیتا اور جس کے پاس نہ ہوتا تو وہ کہتا کہ اچھا اماں اللہ دے گا، اللہ کی شان کہ اس بڑھیا کی وفات ہوگئی، کسی نے خواب میں زیارت کی، پوچھا کہ کیا ہوا، کہنے لگی کہ میں اللہ کے حضور پیش ہوئی، میں نے کہا کہ دیکھئے ساری زندگی در در کی ٹھوکریں کھاتی رہی، جدھر ہاتھ پھیلاتی تھی وہ کہتا تھا کہ اللہ دے گا، اب میں اللہ کے حضور میں آئی ہوں تو ساری عمر سنتی رہی اللہ دے گا، اللہ دے گا، اور تم پوچھتے ہو کیا لیکر آئی تو مجھے اللہ کب دے گا، اس کی بات اللہ کو پسند آئی، کہتے ہیں کہ اسی پر اللہ نے گناہوں کی مغفرت کردی پس مانگنا ہمارا کام ہے، اللہ ضرور عطا کرے گا۔

گدڑی میں لعل چھپا ہوا تھا

حضرت امام شافعیؒ ایک مرتبہ کسی حجام کے پاس بال کٹوانے کیلئے گئے، اس نے دیکھا کہ آپ میلے کپڑے پہنے ہوئے ہیں، اسی درمیان کوئی خوش پوشاک دنیادار بال کٹوانے آگیا، حجام کو امید تھی کہ ادھر سے زیادہ پیسے ملیں گے، چنانچہ اس نے امام شافعی کے بال کاٹنے سے انکار کردیا کہ میں تو پہلے اس کے بال کاٹوں گا، آپ نے اپنے غلام سے پوچھا بتاؤ تمہارے پاس کچھ پیسے ہیں، عرض کیا کہ جی، تین سو دینار ہیں، آپ نے فرمایا کہ یہ پیسے اس کو ویسے ہی دیدو، حالانکہ بال کٹوانے کیلئے ایک یا دو دینار لگتے ہوں گے، جب آپ نے ویسے ہی تین سو دینار دیئے اور بال بھی نہ کٹوائے تو وہ بڑا حیران ہوا اور کہنے لگا کہ میں تو سمجھا تھا کہ آپ کے اوپر فقط گدڑی ہے، مگر سچ تو یہ ہے کہ گدڑی میں لعل چھپا ہوا تھا اس کی بات سن کر امام شافعیؒ باہر نکلے اور یہ شعر پڑھا

علی ثیاب لو یباع جمیعھا
بفلس لکان الفلس منھن اکثراً

میرے اوپر ایسے کپڑے ہیں کہ اگر ان تمام کپڑوں کو پیسوں کے عوض میں بیچ دیا جائے تو ایک درہم بھی ان کپڑوں کی قیمت سے زیادہ ہو جائے اگر ان کپڑوں میں ایک ایسی جان ہے کہ اگر تم ساری دنیا میں ڈھونڈ کر دیکھو تو تمہیں اس وقت ایسی جان نظر نہیں آئے گی۔

یاد کرو قربانی

مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی

۱۵/اگست ۱۹۴۷ء، رات کے بارہ بجے، ہندوستان کے گلے سے برطانیہ کی غلامی کا طوق اتر گیا، جبر واستبداد کی بیڑیاں کٹ گئیں، پورا ملک آزادی کی خوشی منا رہا تھا، کیا شہر، کیا دیہات، کیا بنگلہ، کیا چوراہا، بلکہ کھیت کھلیان تک پر آزادی کا جشن منایا گیا، ۶۹ سال بیت گئے اس دن وتاریخ کو، ستر ویں سال میں ہم داخل ہو رہے ہیں، آزاد ہندوستان کے ۷۴ سال، کیا کھویا، کیا پایا یہ ایک الگ کہانی ہے، طویل داستان ہے، ۷۴/سال کی بھی، اور اس سے قبل جد وجہد آزادی کے پورے دوسوسال کی بھی، ان دوسوسالوں میں سے پورے ایک سو سال ہم تنہا لڑ رہے تھے، انگریزوں سے نبرد آزما تھے، دوسرے مذاہب کے لوگ انگریزوں کے ہم نوا تھے، کئی ان کے تلوے چاٹ رہے تھے، مسلمانوں کی جانب سے چلائی جا رہی آزادی کی تحریک کو سبوتاز کرنے میں لگے تھے، ان میں اپنے بھی تھے اور غیر بھی، اسی سازش کا نتیجہ تھا کہ سراج الدولہ کو پلاسی کی جنگ میں نہ صرف شکست کا سامنا کرنا پڑا بلکہ تین ہزار انگریزی فوج کے مقابلے سراج الدولہ کی ستر ہزار فوج کو منہہ کی کھانی پڑی، ۲۲/جون ۱۷۵۷ء کی تاریخ کو ہمیں یاد رکھنا چاہیے جب سراج الدولہ کے جسد خاکی کو سڑکوں پر گھمایا جا رہا تھا، ایک مجاہد کی لاش، جس نے شہادت قبول کی، لیکن انگریزوں کی غلامی نہیں، غداروں میں سرفہرست میر جعفر تھا، غداری کا صلہ بنگال کی نوابی کی شکل میں ملا، لیکن غداری الگ چیز ہے اور نوابی الگ چیز ہے، اس کی نا اہلی نے اسے معزول کرایا، پھر محمد قاسم منتخب ہوا، وہ بھی میدان کارزار میں آیا، لیکن شجاع الدولہ کی بے وفائی نے بکسر میں ہونے والے معرکہ کا رخ بدل دیا، اور شاہ عالم جو شجاع الدولہ کا اس جنگ میں حلیف تھا اسے بھی ہزیمت اٹھائی پڑی، یہ معمولی لڑائی نہیں تھی، اس شکست نے انگریزوں کی غلامی کا پرچم اودھ سے لے کر بنگال تک لہرا دیا، تاریخ ۲۲/ اکتوبر ۱۷۶۴ء کی تھی۔

۱۷۶۱ء میں حیدر علی نے میسور کا اقتدار سنبھالا اور ٹیپو سلطان کو انگریزوں کے مقابل اتارا، اس وقت ٹیپو سلطان کی عمر صرف سترہ سال تھی، کئی معرکوں میں انگریزوں کو پسپائی ہوئی، دب کر اسے صلح کرنی پڑی، حیدر علی کی وفات کے بعد حکمرانی شیر میسور ٹیپو سلطان کے حصہ میں آئی ۱۷۸۴ء میں جب اس کی حکومت کو صرف دو سال ہوئے تھے، انگریزوں کے خلاف منظم تحریک چھیڑ دیا ،۳/مئی ۱۷۸۶ء کو اس مہم کو انہوں نے جہاد کا نام دیا اور عوام میں ایسا جوش بھر دیا کہ ہر خاص وعام انگریزوں کے خلاف اٹھ کھڑا ہوا، ٹیپو سلطان کا یہ قول تاریخ کے صفحات پر ثبت ہے کہ شیر کی ایک دن کی زندگی گیدڑ کی ہزار سو سالہ زندگی سے بہتر ہے، شیر میسور نے اس کو عملاً برت کر دکھایا اور جب یہ شیر غداروں کی وجہ سے ۱۷۹۹ء مطابق ۱۲۱۳ھ کو شہید ہوا تو انگریزوں نے اعلان کر دیا کہ آج سے ہندوستان ہمارا ہے، لیکن اس ملک کے علماء نے اس اعلان کو تسلیم نہیں کیا، ان کا زور تھا کہ ہندوستان غیر ملکیوں کا نہیں، ہندوستانیوں کا ہے۔

1803,1789 اور 1806 میں حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی کے کئی فتاوے آ چکے تھے اور انہوں نے اعلان کر دیا تھا کہ ہندوستان دار الحرب ہے، ان فتاووں نے حضرت سید احمد شہید، مولانا اسماعیل شہید، شاہ رفیع الدین، قاضی ثناء اللہ پانی پتی وغیرہ کو انگریزوں کے خلاف کھڑا کر دیا، بہار کی سرزمین سے خانوادہ صادق پور کے علماء بھی اس میں پیش پیش رہے اور ان میں سے کئی نے پھانسی کے پھندے کو چوما، کئی لڑتے ہوئے شہید ہوئے اور کئی کو کالا پانی بعبور دریائے شور کی سزا ملی، جلاوطنی کی مدت میں کئی لوگ انڈمان نکوبار میں ہی سپرد خاک ہوئے، ابتلاء وآزمائش اور سزاؤں کے اس دور میں بھی مسلمان تنہا ہی تھے، 1818 تک یہ تحریک اس قدر مقبول ہو چکی تھی کہ جنگ آزادی میں یہ ایک نئے عہد اور نئی تاریخ کا آغاز قرار دیا جا سکتا ہے۔

اسی تحریک کے جاں بازوں میں ایک حاجی شریعت اللہ تھے، جن کی تحریک تو فرائضی تحریک کہی جاتی ہے، لیکن یہ ایک نقاب تھا جو اس تحریک پر ڈالا گیا تھا ،ورنہ مغربی بنگال میں حاجی محسن عرف دودھو میاں کی رفاقت میں اس تحریک نے انگریزوں کا جینا دوبھر کر دیا تھا، مولوی نثار علی عرف تیتو میاں نے ۲۳/ اکتوبر ۱۸۳۰ کو انگریزوں کے خلاف جنگ کا اعلان کر دیا، ۱۹/نومبر ۱۸۳۱ء کو اس کارواں کے افراد انگریزوں کی توپ کا مقابلہ نہ کر سکے اور کچھ نے شہادت پائی اور کچھ نے ہتھیار ڈال دیے، حیدرآباد دکن میں مولانا سید محمد علی رام پوری، کیرالہ میں مولانا شیخ محسن کرکلی، قاضی عمر بلنکوٹی، سید علوی منفری، سید فضل وغیرہ بھی پیش پیش رہے اور ان حضرات کی کوششوں سے ہندو مسلمانوں کو لڑانے کی موپلا سورش ناکام ہوئی۔ 1857 میں مشہور جنگ آزادی لڑی گئی، جسے ناکام ہونیکی وجہ سے انگریزوں نے غدر کا نام دیا، اس کا آغاز تو میرٹھ سے ہوا تھا اور اس کی منصوبہ بندی میں نانا صاحب اور عظیم اللہ خان کا اہم کردار تھا، لیکن اس تحریک کو ملک گیر بنانے کا سہرا بھی مولانا احمد اللہ شاہ مدراسی کے سر جاتا ہے، جنہوں نے آگرہ، دہلی میرٹھ، پٹنہ اور کلکتہ کا سفر کر کے عوام کے اندر جذبۂ جہاد پیدا کیا اور جنوبی ہندوستان راجستھان اور پنجاب کو چھوڑ کر پورا ملک اس تحریک میں شریک ہو گیا، یہ وہ موقع تھا جب جد وجہد آزادی میں برادران وطن بھی شریک ہوئے، منگل پانڈے، جھانسی کی رانی، نانا صاحب، بیگم حضرت محل، تانتیا ٹوپے، بہادر شاہ ظفر اس تحریک آزادی کے بڑے سورما تھے، جن کو ہندوستان کی تاریخ میں یاد رکھا گیا ہے، لیکن اسی تحریک میں شامل، شاملی کے میدان کے جیالے حافظ ضامن شہید، مولانا محمد قاسم نانوتوی (م ۱۸۸۰) مولانا رشید احمد گنگوہی (م ۱۹۰۵) حاجی امداد اللہ مہاجر مکی (م ۱۸۹۹) کو کم یاد کیا جاتا ہے، حالانکہ ان جیالوں نے جس طرح انگریزی حکومت سے لوہا لیا اور بے سروسامانی کی حالت میں قربانی دی، وہ تاریخ کا زریں باب ہے اور شاملی کا میدان آج بھی اس کا گواہ ہے۔

اس تحریک کی ناکامی کے بعد غلام ہندوستان میں اسلامی علوم، تہذیب وثقافت کے تحفظ کا خیال زور پکڑنے لگا، ان زخمی شاہینوں کو ایک ایسی کمین گاہ کی بھی ضرورت تھی، جہاں سے انگریزوں کے خلاف تحریک جاری رکھی جا سکے، اس کے لیے ضرورت ایک ایسے محاذ کی تھی جس میں جیالے تیار بھی کیے جائیں اور فوری طور پر انگریزوں سے محاذ آرائی کی نوبت نہ آئے، چنانچہ دار العلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا، جس نے اسلامی عقائد وافکار، علوم نبوت اور تہذیب وثقافت کی حفاظت کے ساتھ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن صاحبؒ، شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا عبید اللہ سندھیؒ، مولانا عزیز گل پشاوریؒ، مولانا منصور انصاریؒ، مولانا فضل ربیؒ، مولانا محمد اکبرؒ، مولانا احمد چکوالیؒ، مولانا حفظ الرحمٰن سیوہارویؒ جیسے مجاہدین آزادی اس ملک کو دیئے۔ 1884 میں انڈین نیشنل کانگریس کا پہلا اجلاس منعقد ہوا، بدر الدین طیب جی اور رحمت اللہ سیانی مسلمانوں کے نمائندہ کی حیثیت سے اس اجلاس میں سر فہرست تھے۔ 1885 میں کانگریس کا قیام عمل میں آیا، 1887 میں کانگریس کے چوتھے اجلاس کی صدارت بدر الدین طیب جی نے کی، یہ اجلاس اس وقت کے مدراس اور آج کے چنئی میں منعقد ہوا تھا ،1912 میں ریشمی رومال تحریک کی ابتدا دیوبند سے ہوئی، شیخ الہند مولانا محمود حسن صاحبؒ نے اپنے رفقاء اور قابل اعتماد شاگردوں کے ساتھ اس کا منصوبہ بنایا، قبل از وقت اس راز کے کھل جانے کی وجہ سے اس تحریک کو ناکامی کا سامنا کرنا پڑا، 1916 میں شریف حسین نے آپ کو گرفتار کر کے انگریزوں کے حوالہ کر دیا اور 1917 میں آپ کو جلاوطنی کی سزا دے کو مالٹا بھیج دیا گیا، آپ کے نامور تلامذہ جن میں شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ، مولانا عزیز گل پشاوریؒ، مولانا نصرت حسینؒ، مولانا وحید احمدؒ وغیرہم شامل تھے اپنے استاذ کے ساتھ برسوں قید وبند کی صعوبتیں جھیلتے رہے، 1919 میں جلیاں نوالہ باغ کا سانحہ پیش آیا، جس میں ہزاروں لوگوں پر جنرل ڈائر کے حکم سے گولیاں چلائی گئیں اور بڑی تعداد میں ہندوستانی شہید ہوئے، اسی حادثہ نے آزادی کی جد وجہد میں آگ میں گھی ڈالنے کا کام کیا اور پورا ہندوستان چند مفاد پرستوں کو چھوڑ کر اس تحریک کا حصہ بن گیا، گاندھی جی 1915 میں افریقہ سے لوٹ آئے اور 1920 سے تحریک آزادی میں پیش پیش ہو گیے، خلافت تحریک نے خالص مذہبی تحریک ہونے کے باوجود ہندو مسلم اتحاد کو فروغ دیا اور جس کا بڑا فائدہ جد وجہد آزادی کو پہونچا، اب اس قافلہ میں گاندھی کے ساتھ علی برادران یعنی مولانا محمد علی جوہر، مولانا شوکت علی، مولانا ابو الکلام آزاد اور، علماء دیوبند جن کے نام تفصیل سے اوپر آ چکے ہیں شامل ہو گئے، بانی امارت شرعیہ ابو المحاسن مولانا محمد سجادؒ، مولانا فاخر الہ آبادیؒ، مولانا آزاد سجانی، سرحدی گاندھی خان عبد الغفار خانؒ، مولانا عبد الباری فرنگی محلیؒ، مولانا آزاد سجائی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا احمد سعید دہلوی، مولانا شفیع داؤدی، مولانا مظہر الحق، وغیرہ کے اس قافلہ میں اپنی پوری توانائی کے ساتھ شرکت سے اس تحریک نے فروغ پایا، 1919 میں جمیعۃ علماء ہند کے قیام کے بعد مسلمانوں کی توجہ اس طرف ہوئی۔ داستانیں ابھی اور بھی ہیں 1921 میں موپلا بغاوت، 1922 میں چورا چوری کانڈ، 1925 میں کاکوری کیس 1930 سول نافرمانی تحریک 1942 میں ہندوستان چھوڑو تحریک 1946 میں بحری بیڑے کی بغاوت یہ سب اس جد وجہد آزادی کے جلی عنوان ہیں، خواتین نے بھی اس تحریک میں حصہ لیا، علی برادران کی ماں بی اماں، سروجنی نائڈو، بی بی امت الاسلام، زینت محل، کستوربا گاندھی، کملا نہرو، سکینہ لقمانی، اہلیہ شفیع داؤدی کی قربانیوں کو بھی جنگ آزادی میں فراموش نہیں کیا جا سکتا۔ اس موقع سے رام پرشاد بسمل، بھگت سنگھ، چندر شیکھر آزاد، اشفاق اللہ خان کو بھی بھلایا نہیں جا سکتا، جنہوں نے ہنستے ہنستے ملک کو آزاد کرانے کی خاطر پھانسی کے پھندے کو چومنا اور اس پر جھولنا پسند کیا، ان شہیدوں کے خون کی لالی ہمارے ترنگے کا اہم رنگ ہے۔ بابا صاحب بھیم راؤ امبیڈکر، ڈاکٹر راجندر پرشاد، پنڈت جواہر لال نہرو، مدن موہن، نیتا جی شبھاش چندر بوس کی صلاحیتوں سے بھی تحریک کو بہت حوصلہ ملا۔ آزادی کی اس لڑائی کو عوامی بنانے میں ملک کے اخبارات ورسائل نے بھی اپنی ذمہ داری نبھائی، امارت شرعیہ کے ترجمان ''امارت'' کی ضمانت ضبط ہو گئی اور اس کو پابندی کا سامان کرنا پڑا، اس کے ایڈیٹر کو قید وبند کی صعوبت دی گئی، چنانچہ اس کا نام بدل کر نقیب کر دیا گیا، مولانا ابو الکلام آزاد کے الہلال ،البلاغ، مولانا محمد علی جوہر کا ہمدرد، مولانا حسرت موہانی کی اردوئے معلیٰ، مولانا ظفر علی خان کے زمیندار وغیرہ نے بھی اپنی ذمہ داری نبھائی، اردو نے آزادی کی تحریک کو انقلاب زندہ باد کا نعرہ دیا اور ڈاکٹر محمد اقبال نے ''سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا'' جیسی نظم کہہ کر عظیم حب الوطنی کا ثبوت دیا، یوں سب کی قربانیوں کے طفیل ہندوستان آزاد ہوا، ملک کو سیاستدانوں نے دو حصوں میں تقسیم کر دیا، آزادی کا سورج طلوع ہوا تو زمین خون سے لالہ زار تھی، لوگ پاکستان منتقل ہو رہے تھے، زمین جائیداد، بنگلے کوٹھیاں سب چھوڑ گیے، مسجدیں ویران ہو گئیں اور جاتے ہوئے بہتوں نے غیروں کے ہاتھوں دنیائے فانی سے جہان باقی کی طرف کوچ کر لیا، دل ٹوٹنے لگے اور ٹوٹتے چلے گیے، مولانا آزاد کی مؤثر تقریر بھی ملک چھوڑنے والوں کے لیے غیر مؤثر ہو گئی، جو اس ملک میں رہ گیے انہوں نے بائی چانس (By Chance) سکونت نہیں اختیار کی By Choice یہاں رہنا پسند کیا، ہندوستان ان کی پسند تھی، ترجیحات تھی انہوں نے اپنی ساری توانائی اور ساری صلاحیتیں اس ملک کو ترقی کی راہ پر لگانے میں لگا دیں، ملک پر آفت آئی تو ویر عبد الحمید نے اپنی جان کا نذرانہ پیش کر کے ٹینک کو آگے بڑھنے سے روک دیا۔

ع پھر بھی ہم سے یہ گلہ ہے کہ وفادار نہیں

آج اس ملک کے جو حالات ہیں، ان میں ایک اور آزادی کی جنگ کی ضرورت ہے، یہ لڑائی بدعنوانی کے خلاف ہو، فرقہ پرستی کے خلاف ہو، عدم رواداری کے خلاف ہو، انسانی جانوں کے تحفظ کے لیے ہو، جمہوری اقدار کی حفاظت کے لیے ہو، معاشی اور طور پر خود کفیل بننے کے لئے ہو، غیر ملکی قرضوں سے پیچھا چھڑانے کے لیے ہو، اعلیٰ اخلاقی اقدار کی ترویج واشاعت کے لیے ہو؛ تبھی ہم سب ملکر گا سکتے ہیں۔

سارے جہاں سے اچھا ہندوستان ہمارا

Scanned with CamScanner

مسلم لڑکیاں ارتداد کے دہانے پر!

مولانا محمد عمرین محفوظ رحمانی (مالیگاؤں)

ملک کے مختلف علاقوں سے یہ روح فرسا خبریں مسلسل آرہی ہیں کہ مسلمان لڑکیاں غیر مسلم لڑکوں سے شادی کررہی ہیں، اور اپنا دین و ایمان اور ضمیر وحیا بیچ کر اپنے خاندان اور اپنے سماج اور معاشرے پر بدنامی کا داغ لگارہی ہیں، اس طرح کے اکادکا واقعات پہلے بھی پیش آتے رہے ہیں، لیکن ادھر چند برسوں سے باضابطہ پلاننگ کے تحت مسلمان لڑکیوں کو جال میں پھنسایا جارہا ہے، اور آئے دن ان لڑکیوں کی تعداد بڑھ رہی ہے، جو بے حیائی کے راستے پر بڑھتے ہوئے ارتداد تک پہونچ رہی ہیں، پچھلے سال چند ایسے ہی روح فرسا واقعات کی وجہ سے اس عاجز نے اس پورے مسئلے پر اپنے طور پر تحقیق کی، اور اپنے بعض احباب کو بھی اس کام پر لگایا، اس کے جو نتائج سامنے آئے وہ حیران کن بھی تھے اور انتہائی تشویش ناک بلکہ شرمناک بھی! مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ترتیب سے ان باتوں کو لکھوں۔

(1) باضابطہ ایسے ہندو جوانوں کی ایک ٹیم تیار کی گئی ہے، جن کا کام ہی محبت کے نام پر مسلمان لڑکیوں کو تباہ و برباد کرنا ہے۔ یہ لوگ پہلے ہمدردی کے نام پر کسی مسلمان لڑکی سے قریب ہوتے ہیں، پھر محبت کا فریب دیتے ہیں، اور شادی کا وعدہ کرتے ہیں، اور پھر جنسی استحصال کا مرحلہ شروع ہوجاتا ہے اور جب وہ لڑکی عفت و عصمت کا گوہر لٹا چکتی ہے اور اس لڑکے سے شادی کا اصرار کرتی ہے تو پھر کورٹ میں میرج کی درخواست دی جاتی ہے۔ میرے علم کے مطابق ایک مہینے کے بعد اس درخواست پر عمل درآمد ہوتا ہے، یہ مدت اس لیے بھی رکھی گئی ہے کہ اگر گھر والوں یا کسی اور کو کوئی اعتراض ہو تو وہ کاروائی کرسکتا ہے، گھر والوں کو نوٹس جاری کرنا بھی لازمی اور ضروری ہے، جس کے ذریعے یہ اطلاع دی جاتی ہے کہ آپ کا لڑکا/لڑکی نے کورٹ میرج کی عرضی داخل کی ہے، اب جب یہ درخواست داخل ہوتی ہے تو خود وہ شادی کی درخواست دینے والا نوجوان کسی ذریعہ سے اس درخواست (جس پر مسلمان لڑکی اور غیر مسلم لڑکے کا فوٹو ہوتا ہے کہ یہ دونوں شادی کرنے جارہے ہیں) کی تصویر لے کر کسی اور کے ذریعے سوشل میڈیا پر وائرل کروادیتا ہے۔

جب مسلمانوں کو خبر ہوتی ہے تو وہ اس شادی کو روکنے کی بھرپور کوشش کرتے ہیں۔ سماجی دباؤ بنایا جاتا ہے، نتیجتاً شادی رک جاتی ہے، اب لڑکی کی نگاہ میں مجرم ہوتے ہیں اس کے ماں باپ، بھائی بہن اور اس کے سماج اور مذہب کے لوگ، اور خود اس غیر مسلم لڑکے کو ''کلین چٹ'' مل جاتی ہے اور وہ انتہائی ''معصوم دیوتا'' کے روپ میں سامنے آتا ہے، لڑکی بدنام ہوگئی، خاندان پر ننگ و عار کا دھبہ لگ گیا، اور یہ لڑکی ہمیشہ کے لیے ''ڈپریشن'' کا شکار ہوگئی اور ایک باوقار اور پاکیزہ زندگی اور بہترین خاندانی نظام کی تشکیل اور قیام سے محروم ہوگئی، کہیں اس کا نکاح بھی ہوجائے تو وہ اچھی زندگی نہیں گذار سکتی اور اگر نکاح نہ ہو تو پھر چوری چھپے اس لڑکے سے ملنے، ناجائز تعلقات قائم کرنے کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔

(2) اس سے آگے کی شکل یہ ہے کہ محبت کے فریب میں پھنسا کر اور جذباتی طور پر اپنے آپ سے قریب کر کے ''ترک مذہب'' پر آمادہ کیا جاتا ہے اور باضابطہ شادی کر کے چند مہینے یا سال بھر ساتھ میں رکھا جاتا ہے، اس کے بعد آئے دن کے جھگڑے شروع ہوجاتے ہیں، چونکہ اس شادی کی وجہ سے یہ لڑکی اپنے خاندان اپنے سماج سے بالکل کٹ چکی ہوتی ہے، اس لیے اب واپسی کے دروازے بند ہوچکے ہوتے ہیں، اس لیے اسی ''شوہر'' کے ساتھ رہنا اس کی مجبوری ہے۔ جس سے فائدہ اٹھا کر وہ شوہر اپنی اس بیوی سے جسم فروشی کرواتا ہے یا پھر طلاق دے کر در در کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور کر دیتا ہے۔

(3) اس گھناونے کھیل کا سب سے بڑا اور کھلا میدان کالجس ہیں، جہاں کی مخلوط تعلیم نے اس کھیل کے لیے بہترین اور محفوظ اسٹیج فراہم کیا ہے، کتنے غیر مسلم لڑکے ہیں جن کو فرقہ پرست تنظیموں کی طرف سے اچھی اردو سکھانے اور بہترین اردو شاعری کی تعلیم دینے کا انتظام کیا گیا ہے۔ مسلمان لڑکی کو دام فریب میں پھنسانے کے لیے وہ اس ہنر کا بھی استعمال کرتے ہیں، اور کچی عمر کی جوان لڑکیاں بہت جلد اس ہتھکنڈے سے متاثر ہوکر ان کی آغوش میں چلی جاتی ہیں، اور پھر یہی بے حیائی انہیں ارتداد کی شاہراہ تک پہونچا دیتی ہے۔ العیاذ باللہ! کالج کے علاوہ ٹیوشن کلاسیس بھی اختلاط، بے حیائی اور پھر دین و ایمان سے محرومی کا ذریعہ بن رہی ہیں، پڑھنے والے طلبہ تو شکاری بنے ہی ہوئے ہیں، پڑھانے والے ٹیچرس اور پروفیسرس بھی بہتی گنگا میں ہاتھ دھو رہے ہیں، ایسے واقعات بھی سامنے آچکے ہیں کہ کسی ٹیچر نے نوٹس دینے کے بہانے گھر بلایا اور پھر ورغلا کر یا زبردستی اس لڑکی کے ساتھ غلط حرکتیں کیں اور خفیہ طریقے سے اس کا ویڈیو بنالیا اور بعد میں وہی ویڈیو دکھا کر اس لڑکی کو بلیک میل کرنے کا سلسلہ شروع کر دیا گیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ لڑکی غیروں کے ہاتھوں میں ''کھلونا'' بن گئی۔

مہاراشٹر کے پربھنی شہر کے بعض احباب نے یہ اطلاع دی کہ اس طرح کے ویڈیو باضابطہ ٹیچرس نے ایک دوسرے کو بھیجے، اور اس پر اس طرح کے تفریحی جملے لکھے کہ ''دیکھا میں نے کیسے بیوقوف بنایا'' یا ''اس لڑکی کو میں نے کیسے خراب کیا؟'' اس طرح کے ویڈیو کا یہ نتیجہ بھی سامنے آیا کہ لڑکی کا نکاح ہونے کے بعد بھی گھر اجاڑ دینے کی دھمکی دے کر نکاح کے بعد بھی جنسی استحصال کیا گیا، اور اپنے آپ کو بچانے کے لیے وہ ''لڑکی'' ہر قسم کے مطالبات پورے کرتی رہی۔

(4) جو مسلمان لڑکیاں دینی ذہن یا گھر کی تربیت کی وجہ سے کچھ محتاط ہوتی ہیں، ان کو قابو میں لانے کے لیے دوسری غیر مسلم لڑکیوں کا سہارا لیا جاتا ہے وہ لڑکیاں اس لڑکی سے دوستی کرتی ہیں اور پھر وہ اپنے بھائی یا دوست کی حیثیت سے غلط قسم کے لڑکوں سے ان کا تعارف کراتی ہیں، اور پھر بات بڑھتے بڑھتے بے حیائی، یا ارتداد تک پہونچتی ہے۔

(5) موبائیل اور زیراکس کی دوکانوں کے ذریعے بھی مسلمان لڑکیوں کے نمبر اور ان کی تصویریں اور دوسری معلومات ان لڑکوں تک پہونچائی جارہی ہے، جو اس کام پر لگے ہوئے ہیں، ویسے بھی سوشل میڈیا کے ذریعے مسلمان لڑکیوں تک پہنچنا آسان ہوگیا ہے، مسلمان بن کر بھی بعض غیر مسلم لڑکے مسلمان لڑکیوں سے فیس بک وغیرہ پر دوستی کرتے ہیں، اور جب بات آگے بڑھ جاتی ہے اور ملاقاتیں شروع ہو جاتی ہیں اور یہ راز کھلتا ہے کہ ''محبوب'' مسلمان نہیں ہے غیر مسلم ہے، تب تک بہت دیر ہوچکی ہوتی ہے۔

(6) مسلمان لڑکیوں کو ورغلانے اور دام فریب میں پھنسانے کے لیے روپئے پیسے کا بھی بے دریغ استعمال کیا جارہا ہے، کئی علاقوں سے یہ خبر مل چکی ہے کہ بڑے قیمتی تحفے مسلمان لڑکیوں کو دیئے جاتے ہیں اور ان کے ذریعے ان کے دل میں جگہ بنائی جاتی ہے۔

اسی طرح ہمدردی کا ہتھیار بھی استعمال کیا جاتا ہے، کسی ذریعہ سے اگر معلوم ہوگیا کہ یہ لڑکی پریشان ہے، یا اس کے گھر کے حالات اچھے نہیں ہیں یا پھر یہ کہ اس کے گھر کے لوگ اس پر توجہ نہیں دیتے ہیں تو فوراً ''بھیڑ کی کھال'' اوڑھ کر کوئی بھیڑیا سامنے آجاتا ہے اور مصنوعی ہمدردی کا ڈرامہ رچاتا ہے اور پریشانیوں اور مشکلات سے جوجھ رہی لڑکی اسے اپنا ہمدرد سمجھ کر اس کے قریب ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ عفت و عصمت کا گوہر لٹا بیٹھتی ہے یا پھر فریب محبت میں گرفتار ہوکر دین و ایمان تک سے محروم ہوجاتی ہے۔

یہ صورت حال ایسی سنگین ہے جس پر فوری توجہ کی ضرورت ہے۔ پانی سر سے نہیں چھت سے اونچا ہوتا جارہا ہے۔ ہم کب بیدار ہوں گے؟ ہم اپنی بہنوں، بچیوں اور بیٹیوں کو بچانے کے لیے کب آگے آئیں گے؟ خواب غفلت کب تک؟ نظر انداز کرنے کا مزاج کب تک؟ جب حالات ایمرجنسی کے ہوں، جب معاملات سنگین صورت حال اختیار کرلیں، جب دین و ایمان پر یلغار کی جائے، جب عفت و عصمت کے سودے چکائے جائیں، جب منظم منصوبے کے تحت مسلمان لڑکیوں کی زندگیاں تباہ و برباد کی جائیں، اس وقت خاموشی جرم ہے، سنگین جرم! ایسے حالات میں کم اہم یا کم ضروری مسائل پر توجہ دینا زیادتی ہے، بدترین زیادتی! یہ ایسا اہم مسئلہ ہے جسے مسجد کے محراب و منبر سے بیان کیا جائے، جسے جلسوں اور مجلسوں کا موضوع بنایا جائے، جس کے پیش نظر خاندانی نظام کی اصلاح پر بھرپور توجہ دی جائے، جس کی وجہ سے اپنے گھر کی بچیوں پر کڑی نظر رکھی جائے، خطرے کی تلوار سر پر لٹکتی ہوئی محسوس کر کے مخلوط تعلیم سے بچنے اور غیر مخلوط تعلیمی نظام کے قائم کرنے کی فکر کی جائے۔

ارتداد کی بڑھتی پھیلتی لہر کو روکنے کے لیے مندرجہ ذیل احتیاطی تدابیر پر عمل ضروری ہے۔

(1) اسلامی نظام کے مطابق مسلمان بچیوں کو پردے کا پابند بنایا جائے، ان میں حیاداری، عفت و عصمت کی حفاظت کا جذبہ، اور عقیدۂ توحید و رسالت کی عظمت پیدا کی جائے۔ روزانہ ہمارے گھروں میں آدھے گھنٹے ہی سہی کسی اچھی مستند اور ذہن و دل کو متاثر کردینے والی کتاب کی تعلیم کی جائے۔

(2) مخلوط نظام تعلیم سے اپنی بچیوں کو بچایا جائے، غیر مخلوط تعلیمی نظام کے قیام پر بھرپور توجہ دی جائے اور محفوظ ماحول میں معیاری تعلیم کا انتظام کیا جائے۔

(3) جو لڑکیاں اسکولوں اور کالجوں میں پڑھ رہی ہیں، ان کی دینی تعلیم و تربیت اور ذہن سازی کی بھرپور کوشش کی جائے، ان کی عادات، اطوار، اخلاق پر پوری نظر رکھی جائے، کردار سازی میں معاون بننے والا لٹریچر انہیں مطالعے کے لیے دیا جائے۔

(4) ٹیوشن کلاس کے نام پر اجنبی لڑکوں سے اختلاط کا موقع نہ دیا جائے، کسی ٹیچر یا ساتھی طالب علم کے گھر پر کسی تعلیمی ضرورت کے نام سے بھی جانے کی اجازت نہ دی جائے، کالج لانے لے جانے کا خود انتظام کیا جائے۔

(5) اینڈرائڈ موبائیل اور بائک خرید کر نہ دی جائے، یہ دونوں چیزیں بے حیائی کے دروازے کھولنے والی اور عفت و عصمت کی تباہی کے دہانے تک پہونچانے والی ہیں۔

(6) موبائیل ریچارج یا زیراکس کے لیے غیر مسلموں کی دوکان پر جانے کی اجازت نہ دی جائے، اسی طرح کالج کے اندر یا اس سے قریب غیر مسلموں کے کینٹین سے بچنے کی ہدایت دی جائے۔

(7) غیر مسلم لڑکیوں کی دوستی سے بھی روکا جائے کہ آئندہ یہ دوستی بھی کسی فتنہ کا دروازہ بن سکتی ہے۔

(۸) بچیوں کے مسائل اور ان کو پیش آنے والی پریشانیوں پر توجہ دی جائے، یاد رکھیں! گھر میں توجہ کی کمی باہر کا راستہ دکھاتی ہے۔

(9) اگر بچیاں کسی تعلیمی ضرورت سے انٹرنیٹ استعمال کررہی ہیں تو ان کی بھرپور نگرانی کی جائے، اس لیے کہ بھٹکنے اور بہکنے کے اکثر دروازے انٹرنیٹ کے ذریعہ کھلتے ہیں۔

(10) سب سے آخر لیکن سب سے اہم یہ کہ اپنے بچوں کو داعی بنائیں، کیونکہ ''اگر داعی نہیں بنو گے تو مدعو بن جاؤ گے''

اس لئے جو بچے داعی ہوں گے وہ ان شاء اللہ ان تمام خطرات سے محفوظ رہیں گے۔

Scanned with CamScanner

اخبار جهاں

(از: محمد اسعدالله قاسمی)

مصر میں اخوان کے خلاف کاروائی کا قانون منظور

مصر کی پارلیمنٹ نے ایک نئے مسودہ قانون کی منظوری دی ہے جس کے تحت کسی بھی سرکاری ادارے میں موجود کالعدم مذہبی جماعت اخوان المسلمون سے وابستہ ملازم کو برطرف کیا جا سکے گا۔
عرب میڈیا کی رپورٹ کے مطابق مصری پارلیمنٹ نے طویل بحث کے بعد آئین کے ایکٹ 10 مجریہ 1973 کی حتمی منظوری دی ہے۔اس قانون کے تحت کسی دوسری تادیبی کارروائی کے بجائے اخوان المسلمون سے تعلق رکھنے والے کسی بھی سرکاری ملازم کو اس کے عہدے سے ہٹایا جا سکے گا۔(یواین آئی)

56 برس بعد ہندوستانی مال گاڑی بنگلہ دیش پہونچی

ہندوستان سے پتھر لے جانے والی پہلی مال گاڑی ہلدی باڑی۔چلہاٹی ریل لنک کے ذریعہ بنگلہ دیش کے سرحدی نیلفامری ضلع کے چلہاٹی ریلوے اسٹیشن پر اتوار کو پہنچی۔پاکسی ڈویژنل انجینئر۔2 اور پروجیکٹ ڈائرکٹر عبدالرحیم نے بی ڈی ٹی میں 40 مال ڈبوں میں تقریباً 2500 ٹن پتھر حاصل کئے۔اس موقع پر بنگلہ دیش میں ہندستانی ہائی کمیشن کے افسر بھی موجود تھے۔اس سے پہلے یہ ٹرین ہفتہ کی رات شمال مشرقی سرحدی ریلوے کے علی پوردار ڈویژن کے دمدم اسٹیشن سے روانہ ہوئی تھی۔ذرائع نے کہا کہ ہلدی باڑی۔چلہاٹی روٹ آسام،مغربی بنگال، نیپال اور بھوٹان سے بنگلہ دیش میں مال کے ٹرانسپورٹ کے لئے چھوٹا روٹ فراہم کرے گا۔اس ریل لنک سے علاقائی کاروبار میں اضافہ ہونے اور علاقہ کی اقتصادی اور سماجی ترقی کی حوصلہ افزائی کرنے کیلئے اہم بندرگاہوں،خشک بندرگاہوں اور زمینی سرحدوں تک ریل نٹ ورک کی پہنچ بڑھانے کی امید ہے۔تقریباً 56 سال سے بند پڑے اس ریل لنک سے جنوبی ایشیائی ممالک کی اقتصادی سرگرمیوں کو بھی فائدہ ہوگا۔(یواین آئی)

شیر بہادر دیوبا نیپال کے وزیر اعظم مقرر

نیپال کے صدر ودیا دیوی بھنڈاری نے نیپال کانگریس کے صدر شیر بہادر دیوبا کو ملک کا نیا وزیر اعظم مقرر کیا ہے،میڈیا رپورٹس کے مطابق، صدر نے نیپالی سپریم کورٹ کے حکم کی تعمیل میں آئین کے آرٹیکل 76(5) کے تحت یہ اقدام اٹھایا ہے،مسٹر دیوبا پانچویں بار ملک کے وزیر اعظم بن گئے ہیں۔
صدارتی سکریٹریٹ نے مسٹر دیوبا کو ان کی تقرری کے بارے میں باضابطہ طور پر آگاہ کر دیا ہے۔ادھر،نئی مخلوط حکومت میں شامل ہونے والے چہروں کے حوالے سے دارالحکومت کھٹمنڈو میں سیاسی سرگرمیاں تیز ہوگئی ہیں۔
نیپال میں سپریم کورٹ کے آئینی بنچ نے پیر کے روز سبکدوش وزیر اعظم کے پی شرما اولی کی سفارش پر پارلیمنٹ کو تحلیل کرنے کے صدر ودیا دیوی بھنڈاری کے فیصلے کو مسترد کر دیا تھا، چیف جسٹس چولندر شمشیر رانا کی سربراہی میں پانچ ججوں کے آئینی بنچ نے پارلیمنٹ کی تحلیل کے خلاف دائر رٹ پٹیشن کی سماعت کے بعد فیصلہ سنایا۔
آئینی بنچ نے کہا کہ صدر کی طرف سے وزیر اعظم کی سفارش پر پارلیمنٹ کو تحلیل کرنا غیر آئینی ہے،آئینی بنچ نے، چیف اپوزیشن لیڈر، نیپالی کانگریس کے صدر مسٹر دیوبا کے دعوے کو برقرار رکھتے ہوئے،منگل کی شام 5 بجے سے پہلے انہیں (مسٹر دیوبا) وزیر اعظم مقرر کرنے کا حکم دیا تھا۔بینچ نے پارلیمنٹ کی بحالی اور سات دن کے اندر اجلاس شروع کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔(یواین آئی)

سازشی عناصر کا سینہ چیر دیں گے: طیب اردگان

ملک میں آگ لگنے کے واقعات میں ممکنہ سازش پر ترک صدر رجب طیب اردگان نے برہمی کا اظہار کیا ہے، عالمی خبر رساں ایجنسی کے مطابق صدر رجب طیب اردگان نے متاثرہ علاقوں کے دورے کئے،اس موقع پر ان کا کہنا تھا کہ اشارے ملے ہیں کہ آگ لگنے کے واقعات کے پیچھے کوئی سازش ہے۔ترک صدر نے کہا کہ اگر یہ ثابت ہوا کہ آگ جان بوجھ کر لگائی گئی ہے تو سازشی عناصر کا سینہ چیر دیں گے، چاہے اس کی کچھ بھی قیمت دینا پڑے۔
واضح رہے کہ ترکی کے جنوبی علاقوں میں آتشزدگی کے باعث اب تک دو فائر فائٹرز سمیت 6 افراد جاں بحق ہو چکے ہیں۔خیال رہے ترکی کی میڈیا رپورٹوں میں بتایا گیا تھا کہ ملک میں خوفناک آتشزدگی کے تخریبی عناصر کارفرما ہیں اور یہ کہ آگ لگی نہیں بلکہ لگائی گئی ہے۔(یواین آئی)

آئی ایم ایف نے عالمی معیشت کو فروغ دینے کیلئے 650 ارب ڈالر کی منظوری

بین الاقوامی مالیاتی فنڈ (آئی ایم ایف) نے عالمی معیشت کو فروغ دینے اور ابھرتے ہوئے مگر کم آمدنی والے ممالک کو قرضوں اور کووڈ 19 بحرانوں سے نمٹنے میں مدد کے لیے اب تک کی سب سے بڑے مالیاتی ذخائر 650 ارب ڈالر کی تقسیم کی منظوری دے دی ہے،ڈان کی ایک رپورٹ کے مطابق آئی ایم ایف بورڈ آف گورنرز کا اجلاس واشنگٹن میں ہوا جس میں تاریخ کی سب سے بڑی منظوری دی گئی۔
اس منظوری کو اسپیشل ڈرائنگ رائٹس (ایس ڈی آر) کہا جائے گا اور اب تک آئی ایم ایف کے ساتھ 23 مالیاتی معلامات طے کرنے والا ملک پاکستان بھی اس منظوری سے فائدہ اٹھائے گا (یواین آئی)

الحرم کرین مقدمے کا حتمی فیصلہ: بن لادن گروپ کی کوتاہی ثابت نہیں ہوئی

عدالتی بنچ نے فیصلہ کیا کہ بن لادن گروپ پر الحرم کرین گرنے کی ذمہ داری کا الزام ثابت نہیں ہوا، الزام لگایا گیا تھا کہ گروپ کی لاپروائی اور کوتاہی کی وجہ سے کرین گرنے کا حادثہ پیش آیا،عدالت نے پبلک پراسیکیوٹر کی جانب سے بن لادن گروپ کو حرمین کرین گرنے سے ہلاک ہونے والوں کی دیت،نقصانات کے معاوضے کا پابند بنانے کی بھی درخواست کی تھی جس کی بابت عدالت نے غیر متعلقہ معاملہ ہونے پر کوئی فیصلہ نہیں دیا۔
عدالت نے تعمیرات کی جگہ سلامتی ضوابط کی پابندی نہ کرنے پر 13 ملزمان کے خلاف کارروائی کا بھی مطالبہ کیا تھا، عدالت نے ان میں سے کسی کو بھی مجرم قرار نہیں دیا، عدالت نے موقف اختیار کیا کہ بن لادن گروپ کو الزام سے بری کرنے کا باعث یہ ہے کہ گروپ کی غلطی ثابت نہیں ہوئی۔عدالت نے اپنے فیصلے کی بنیاد بلیک باکس ریڈنگ رپورٹ کو بنایا جس سے ثابت ہو گیا تھا کہ بن لادن گروپ کو قصوروار ثابت کرنے کے لیے ضروری شواہد نہیں ہیں۔(اردو نیوز)

سعودی عرب میں سیاحتی ویزے پر آنے والے افراد کو عمرہ کی اجازت

ایک سعودی اخبار کے مطابق حکام نے سیاحتی ویزے سے متعلق مزید تفصیلات جاری کی ہیں اور نئے سیاحتی ویزے کیلئے ویب سائٹ مخصوص کی ہے، ویزے کی تمام کارروائی آن لائن ہوگی،ای سیاحتی ویزہ ایک سے زیادہ مرتبہ آمد اور ایک برس کیلئے مؤثر ہوگا،جس کے تحت ایک بار آنے پر سیاح 90 دن سعودی عرب میں گزار سکیں گے اور سیاحتی پروگراموں میں حصہ لینے کے علاوہ عمرہ بھی ادا کر سکیں گے، تاہم سعودی آنے والے سیاحوں کو کورونا احتیاطی تدابیر اختیار کرنا لازمی ہوگی، سعودی عرب نے سیاحتی ویزے کے اجرا کیلئے ویب سائٹ پر سیاحت اور عمرہ پروگراموں کی تفصیل جاری کی ہیں۔(روزنامہ سیاست)

دہشت گردی قوانین کا استعمال غلط: جسٹس چندر چوڑ

سپریم کورٹ کے جسٹس ڈی وائی چندرا چوڑ نے انسداد دہشت گردی قانون کے غلط استعمال پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ شہریوں کو ہراساں کرنے اور مخالفت کو دبانے کے لیے انسداد دہشت گردی قانون جیسے فوجداری قانون کا غلط استعمال کیا گیا ہے۔
بھارت امریکہ مشترکہ کانفرنس کے موقع پر سپریم کورٹ کے جسٹس ڈی وائی چندر چوڑ نے کہا کہ عدالت کو آزادی کی تحفظ کے لیے آگے آنا چاہیے۔جسٹس چندر چوڑ کا بیان ایک ایسے وقت میں آیا ہے جب حالیہ دنوں میں ملک بھر میں انسداد دہشت گردی قانون کے بارے میں کافی چرچا ہے۔انسداد دہشت گردی قانون کے تحت ملزم 84 سالہ اسٹین سوامی کی موت کے بعد، ملک میں اس کے بارے میں کافی چرچا ہے۔84 سالہ اسٹین سوامی جیل میں ہی انتقال کر گئے تھے۔ان کے خلاف انسداد دہشت گردی قانون کا مقدمہ بھی زیر التواء تھا اور ان کی ضمانت پر بمبئی ہائی کورٹ میں میڈیکل گراؤنڈ میں سماعت ہونی تھی۔(آئی این ایس)

پیگاسس معاملہ سپریم کورٹ پہونچا

پیگاسس معاملے میں ایک اور درخواست سپریم کورٹ میں ایڈیٹرز گلڈ آف انڈیا کی جانب سے داخل کی گئی ہے اور ایس آئی ٹی سے تحقیقات کا مطالبہ کیا گیا ہے، درخواست میں مرکزی حکومت سے کہا گیا ہے کہ وہ نگرانی کے لیے سپائی ویئر تعینات کرنے کے لیے غیر ملکی کمپنیوں کے ساتھ کیے گئے معاہدوں کی تفصیلات دے، اس نے ان لوگوں کی تفصیلات بھی طلب کی ہیں جن کے خلاف اس طرح کے سپائی ویئر کا استعمال کیا گیا تھا۔ایڈیٹرز گلڈ آف انڈیا کی درخواست میں موجودہ قانونی نظام کی الیکٹرانک نگرانی، ہیکنگ اور سپائی ویئر کے استعمال اور نگرانی کے جائز ہونے کو بھی چیلنج کیا گیا ہے۔ اس سے قبل پیگاسس کیس کے حوالے سے سپریم کورٹ میں کئی درخواستیں دائر کی جا چکی ہیں۔

الہ آباد ہائی کورٹ نے یوپی حکومت کی سرزنش کی

اتر پردیش میں چار سال سے معطل ڈاکٹر کفیل احمد خان نے اب گورکھپور کے بی آر ڈی میڈیکل کالج میں آکسیجن کی کمی کی وجہ سے بچوں کی موت کے سلسلے میں الہ آباد ہائی کورٹ سے رجوع کیا ہے، انہوں نے اپنی معطلی کو ہائی کورٹ میں چیلنج کیا ہے۔ان کی درخواست پر سماعت کرتے ہوئے ہائی کورٹ نے بھی حکومت سے ناراضگی کا اظہار کیا اور سرزنش کی کہ ڈاکٹر کفیل کو چار سال تک معطلی میں کیوں رکھا گیا ہے۔اس کے ساتھ عدالت نے پوچھا کہ ایسا کیا ہوا کہ اب تک محکمانہ کارروائی مکمل نہیں ہو سکی۔جسٹس یشونت ورما کی سنگل بنچ نے اب اس معاملے میں ریاستی حکومت سے 5/اگست تک جواب مانگا ہے۔(یواین آئی)

سپریم کورٹ نے مسلح افواج میں خواتین افسران کے مستقل کمیشن پر دیا حکم

سپریم کورٹ نے مسلح افواج میں خواتین افسران کو مستقل کمیشن دینے کے معاملے میں سخت تبصرہ کیا ہے، مقدمہ کی سماعت کے دوران، سپریم کورٹ نے کہا، "مرکزی حکومت کو فیصلے پر عملدرآمد کرنا چاہیے جیسا کہہ دیا گیا ہے۔عدالت نے کہا کہ ہم فیصلے کو دوبارہ نہیں کھولیں گے۔اگر آپ چاہیں تو 'میں خوش نہیں ہوں'، کے عنوان سے ایک جائزہ فائل کریں۔" عدالت نے مرکزی حکومت کی جانب سے وضاحت کے لیے دائر درخواست پر غور کرنے سے انکار کر دیا ہے (نیوز سروس)

قومی اقلیتی کمیشن کا سپریم کورٹ میں حلف نامہ

قومی اقلیتی کمیشن نے سپریم کورٹ میں ایک عرضی کے جواب میں حلف نامہ داخل کرتے ہوئے کہا ہے کہ ملک کی اقلیتوں کو کمزور طبقات کے طور پر دیکھا جانا چاہئے، اپنے حلف نامے میں قومی اقلیتی کمیشن نے مذہبی اقلیتوں کے لیے مرکزی حکومت کی مختلف اسکیموں کو درست قرار دیا ہے، کمیشن نے سپریم کورٹ کو بتایا ہے کہ ہندوستان میں اقلیتوں کو 'کمزور طبقہ' سمجھا جانا چاہئے، کیونکہ یہاں ہندو 'غالب اکثریتی طبقہ' ہے۔سپریم کورٹ میں دائر حلف نامہ میں کمیشن نے کہا ہے کہ آرٹیکل 46 کے تحت ہندوستان میں اقلیتوں کو کمزور طبقہ سمجھا جانا چاہئے۔اس کے تحت کمزور طبقات کے تعلیمی اور معاشی مفادات کو فروغ دینا ریاست کی ذمہ داری ہے۔(یواین آئی)

Scanned with CamScanner

ملی سر گرمیاں

مولانا مفتی محمد سہراب ندوی

ٹیکنیکل اداروں میں بھی بنیادی دینی تعلیم کا خیال رکھا جائے: نائب امیر شریعت

جہد مسلسل اور فکر کی بلندی ادارے کی ترقی کی ضمانت

امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ کے زیر انتظام چل رہے پارا میڈیکل کالج کی ایک جائزہ میٹنگ مورخہ ۳/اگست ۲۰۲۱ء کو زیر صدارت حضرت مولانا محمد شمشاد صاحب رحمانی قاسمی مدظلہ نائب امیر شریعت امارت شرعیہ بہار، اڈیشہ وجھارکھنڈ منعقد ہوئی، جس میں پارا میڈیکل اسٹاف کے ساتھ امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ کے سکریٹری، ایڈمنسٹریٹر، امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم اور نائبین نظماء نے شرکت کی، جائزہ میں پایا گیا کہ لاک ڈاؤن کے ضابطہ کا خیال رکھتے ہوئے تعلیمی سلسلہ جاری ہے، اساتذہ دلجمعی سے کلاس لے رہے ہیں اور طلبہ کی حاضری بھی ضابطہ کے مطابق ہو رہی ہے، فیزیوتھراپی اور ڈی ایم ایل ٹی، ڈگری کورس اور ڈپلومہ کورس میں تعلیم اطمینان بخش ہو رہی ہے، ریڈیالوجی میں جلد ہی اشتہار نکال کر داخلہ کی کارروائی شروع کی جائے گی، اس موقع سے اساتذہ نے بعض اہم امور کی طرف توجہ دلائی، حضرت نائب امیر شریعت نے ان ضرورتوں کی تکمیل پر زور دیا، سکریٹری جنرل ٹرسٹ نے ضرورتوں کو جلد پورا کرنے کی یقین دہانی کرائی۔ اس موقع سے نائب امیر شریعت نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ ہمارے ٹیکنیکل ادارے دوسرے اداروں کی طرح نہیں ہیں، ہمارے بچوں کی تعلیم وتربیت اس انداز سے ہونی چاہئے کہ وہ ایک اچھے انسان اور اعلیٰ اخلاقی اقدار کے ساتھ زندگی گذارنے والے ہوں، انہوں نے کہا کہ تمام عصری تعلیمی اداروں میں حسب سابق بنیادی دینی تعلیم کا اہتمام جاری رکھا جائے، طلبہ اساتذہ سب باجماعت نمازوں کا اہتمام کریں، شریعت پر عمل کے ساتھ ہم لوگ کام کو آگے بڑھائیں گے تو اللہ کی نصرت شامل ہوگی اور غیب سے مدد آئے گی۔ اسی طرح مورخہ ۴/اگست کو مولانا منت اللہ رحمانی ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ (آئی ٹی آئی) پھلواری شریف پٹنہ کی ایک جائزہ میٹنگ زیر صدارت حضرت نائب امیر شریعت مدظلہ منعقد ہوئی، جس میں ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ کے ذمہ داران وعملہ کے ساتھ امارت شرعیہ ایجوکیشنل اینڈ ویلفیئر ٹرسٹ کے سکریٹری مولانا سہیل احمد ندوی، امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی اور نائبین نظماء مفتی محمد ثناء الہدیٰ قاسمی اور مفتی محمد سہراب ندوی نے شرکت کی، جائزہ سے محسوس ہوا کہ لاک ڈاؤن کے باوجود ضابطہ کا خیال رکھتے ہوئے تعلیمی سلسلہ بہتر طور پر جاری رکھا گیا اور نئے سال کے داخلہ میں بھی طلبہ کی تعداد لائق قدر اور اطمینان بخش ہے، اساتذہ اور ذمہ داران محنت ومستعدی کے ساتھ کاموں میں لگے ہیں، جائزہ کے دوران ذمہ داران واساتذہ حضرات نے جن اہم امور کی طرف توجہ دلائی ان پر فوری کارروائی کرنے کی تجویز منظور ہوئی، امانت کے کورس کی سرکاری طور پر اجازت حاصل کرنے اور الیکٹرونکس کا شارٹ کورس جس میں خاص طور پر موبائل اور لیپ ٹاپ وغیرہ کی ریپیرنگ کی تربیت دی جائے، اس پہلو پر توجہ دینے کی بات کہی گئی، تعلیم کے ساتھ تربیت کے پہلو کا خاص خیال رکھنے اور ہاسٹل میں مقیم طلبہ کی تربیت نگرانی پر خصوصی دھیان رکھنے کی ہدایت دی گئی۔ اس موقع پر امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ آپ حضرات اب تک جس طرح حوصلہ کے ساتھ ادارہ کی خدمت کر رہے ہیں یہ قابل قدر ہے، لیکن ضرورت ہے کہ ادارہ کے نظام کو ہر جہت سے مثالی اور معیاری بنانے پر مزید غور کریں، ہر مہینہ پابندی کے ساتھ جائزہ میٹنگ رکھیں اور نئے عزم کے ساتھ آگے بڑھیں۔ اخیر میں صدر محترم حضرت نائب امیر شریعت مدظلہ نے حاضرین کو خطاب کرتے ہوئے انہیں اب تک کی خدمات پر مبارکباد دی اور کہا کہ تاریخ اور تجربات دونوں اس بات کی گواہ ہیں کہ جب بھی کسی ادارہ کو ایسے افراد کار میسر آئے جن کے اندر جہد مسلسل، جذبہ عمل اور فکر بلند کا جوہر موجود ہو، ایسے ادارے کی ترقی کوئی نہیں روک سکتا، یہی وجہ ہے کہ اس ادارہ نے دنیا میں اپنا نام روشن کیا ہے۔ امارت شرعیہ ٹیکنیکل انسٹی ٹیوٹ پھلواری شریف پٹنہ بھی ایک قدیم ٹیکنیکل ادارہ ہے اور بحمد للہ اس نے اپنے معیاری نظام، تعلیم وتربیت کی وجہ سے اپنا ایک الگ مقام بنایا ہے، لیکن موجودہ مقابلہ جاتی دور میں ضرورت ہے کہ ادارے کے تمام شعبے کو جہد مسلسل اور فکر بلند کے ساتھ مزید معیاری اور پرکشش بنایا جائے اور اس کو زیادہ سے زیادہ وسعت وترقی دینے پر توجہ دی جائے۔ اسی طرح تعلیم کے ساتھ تربیت اخلاق کے موضوع کو نظام کا لازمی حصہ سمجھا جائے۔ یہی وہ چیزیں ہیں جس سے ادارہ کی شان اور اس کی شناخت دونوں باقی اور بلند رہے گی۔ میٹنگ میں کئی اہم تجویزیں منظور کی گئی اور حضرت نائب امیر شریعت کی دعا پر میٹنگ اختتام پذیر ہوئی۔

بے وقت موت' غیر شرعی اصطلاح، انتقال کا غم فطری مگر رنج کی گنجائش ہرگز نہیں

جاوید اقبال ایڈوکیٹ کے صاحبزادہ کے انتقال پر منعقد تعزیتی جلسہ سے مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی کا خطاب

امارت شرعیہ بہار، اڑیسہ وجھارکھنڈ کے نائب ناظم اور ہفت وار نقیب کے مدیر مولانا مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی نے کہا ہے کہ ''بے وقت موت'' غیر شرعی اصطلاح ہے، جس کا استعمال مسلمانوں کو ہرگز نہیں کرنا چاہئے کیونکہ اس طرح کے غلط لفظ کا استعمال کرنا اور اپنی زبان سے ایسے لفظ کو ادا کرنا اپنے رب کریم کی مرضی اور اس کے فیصلے کو چیلنج کرنے یا اس کی مخالفت کرنے کے مترادف ہے جس کی اجازت کسی کو نہیں ہے، ہمارے مسلم معاشرے میں ہی اپنوں کی موت پر عام طور پر لوگ بے وقت موت کی غلط اصطلاح کا استعمال کرتے ہیں جانے انجانے میں مسلمانوں سے بھی بہت بڑی غلطی ہو جاتی ہے، جس کی شریعت اسلامی میں اجازت ہی نہیں۔ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر شے کی موت کا وقت مطئین کر رکھا ہے اور وہ وقت صرف اللہ ہی جانتا ہے کہ کب کس کی موت ہوگی اور کہاں ہوگی، کس حالت میں ہوگی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے بار بار موت کے سلسلے میں واضح اعلان کر دیا ہے کہ ہر جاندار کو موت کا مزہ چکھنا ہے اور موت کا وقت متعین ہے، جس سے ایک لمحہ بھی آگے یا پیچھے نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے جب ایک مرتبہ روح کو پیدا فرما دیا تو پھر وہ کبھی مرتی نہیں ہے بلکہ روح صرف منتقل ہوتی ہے۔ دنیا میں انسان پیدا ہوتا ہے تو روح کے ساتھ رہتا ہے اور جب موت ہوتی ہے تو روح ختم نہیں ہوتی ہے بلکہ باقی رہتی ہے اور عالم برزخ میں منتقل ہو جاتی ہے۔ یعنی جس شخص کی موت ہوتی ہے وہ صرف ہماری نظروں سے اوجھل ہوتا ہے۔ موت ایک پل ہے جو بندہ کو محبوب سے ملاتا ہے۔ یعنی موت کے بعد بندہ اپنے محبوب کے پاس چلا جاتا ہے اور وہ محبوب ایسا ہے جو 70 ماؤں سے زیادہ محبت کرتا ہے اور مہربان ہے۔ اللہ کی رحمت وشفقت سے ماں کی محبت وشفقت کا موازنہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ صرف ہماری فہم کا دائرہ محدود رہنے کے سبب اسی سطح پر اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھانے کے لئے 70 ماؤں کا ذکر کیا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی رحمت بہت وسیع ہے، جس کا تذکرہ کرنے کے لئے ہمارے پاس الفاظ کا دامن بالکل تنگ ہے۔

مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی سنیچر کی صبح بھکنا پہاڑی کے نزدیک باری روڈ میں پٹنہ ہائی کورٹ کے سینئر وکیل جاوید اقبال کی رہائش گاہ پر ان کے جواں سال صاحبزادہ مدثر کے انتقال پر ان کے ایصال ثواب کے لئے منعقد تعزیتی جلسہ سے خطاب کر رہے تھے۔ انہوں نے کہا کہ موت اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے اور اس کے لئے اللہ وقت طے کر رکھا ہے۔ جس کی اطلاع ہم بندوں نہیں دی گئی ہے۔ اپنوں کی موت پر ہمیں غم وصدمہ ضرور ہوتا ہے جو بالکل فطری چیز ہے۔ اپنوں سے جدائی کا غم تو ہوتا ہی ہے جسے کوئی روک نہیں سکتا مگر اس کی بھی حد متعین کر دی گئی ہے۔ جس کا ہمیں خیال رکھنا چاہئے۔ ہمیں اللہ کے فیصلہ سے راضی ہونا چاہئے۔ اپنوں کی موت پر صبر وتحمل کا مظاہرہ کرنا چاہئے اور اپنوں کے جدا ہونے پر ان کے لئے مغفرت کی دعائیں کرنی چاہئے۔ کلام اللہ اور ذکر خیر کے ذریعہ ان تک ثواب پہنچانا چاہئے۔ مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی نے اپنے فکر انگیز خطاب میں کہا کہ مسلم معاشرے میں اپنوں کی موت کے سلسلے میں لفظ 'رنج وغم' کا کثرت سے استعمال کیا جاتا ہے یہاں تک کہ اردو اخبارات میں بھی اور علما کے بیانات میں بھی اس غلط لفظ کا کثرت سے استعمال کیا جاتا ہے جو سراسر غلط اور ناپسندیدہ عمل ہے۔ اپنوں کی موت پر رنج کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ لفظ 'غم' تو درست ہے مگر لفظ 'رنج' کا استعمال قطعی درست نہیں۔ رنجیدگی میں خفگی کا مادہ ہے اور ہم اپنے رب کے کسی بھی فیصلہ اور حکم سے ناراض نہیں ہو سکتے اور ہمیں اس کی اجازت بھی نہیں۔ زندگی کیا ہے صرف موت کی امانت ہے۔ اس لئے ہمیں جواں سال مدثر کے انتقال سے یہ سبق وپیغام ملتا ہے کہ ہم میں سے کوئی شخص ضعیفی کا انتظار نہ کرے اور یہ ہرگز نہ کہے کہ ابھی تو زندگی بہت باقی ہے۔ بعد میں فلاں عمل کر لیں گے یا فلاں کام انجام دیں گے۔ جو لمحہ جس کو ملا ہوا ہے اسے بالکل آخری لمحہ تصور کرے اور یہ سمجھے کہ نہ جانے کب کس کی کہاں زندگی کی شام ہو جائے۔ ہر شخص کی موت کی تیاری میں سرگرم رہے اور اپنی قوت جھونکتا رہے تاکہ جب بھی موت آئے تو اپنے رب کے پاس جانے میں خوشی وراحت میسر ہو سکے۔ زندگی میں ہی موت کی تیاری کرنی چاہئے اور زندگی ہی آخرت کی کھیتی ہے۔ انہوں نے مسلم معاشرے میں پائی جانے والی دیگر خرابیوں کی بھی نشاندہی کرتے ہوئے کہا کہ جب ہم میں سے کوئی شخص موت کے قریب جا پہنچے یا ایسا معلوم ہو کہ اب وہ بہت زیادہ دنوں تک حیات سے نہیں رہیں گے تو ان کے نزدیک سورہ یٰسین پڑھے تاکہ اسے آرام پہنچے اگر اللہ نے موت کا فیصلہ کر رکھا ہے تو موت میں آسانی ہو یا حیات باقی رکھا ہو تو تکلیف سے آرام ملے۔ کلمہ کی توفیق نصیب ہو جائے اس کے لئے اس شخص کے پاس کلمہ دہرایا جاتا رہے اور جب ایک بار بھی زبان سے کلمہ ادا کر دے تو پھر کلمہ دہرانا بند کر دینا چاہئے اور پھر موت کے بعد مردہ کی ہئیت کو درست کر دینا چاہئے۔ اپنوں پر تو غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑتا ہے اور وہ اس حالت میں نہیں ہوتے ہیں کہ مردہ کی ہیئت درست کرے تو پڑوسیوں اور رشتہ داروں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کام کو انجام دیں۔ انہوں نے کہا کہ جس طرح زندگی میں جس سے پردہ لازم ہے اسی طرح موت کے بعد بھی پردہ لازم ہے۔ اس کا بھی خیال رکھا جانا چاہئے۔ قبل ازیں انجینئر ابوالکلام اور مولانا دلبر نظامی نے بھی مدثر کے انتقال پر اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے انہیں خراج عقیدت پیش کیا اور ان کی مغفرت کے لئے دعائیں کرتے ہوئے ان کی خوبیوں کا تفصیل سے تذکرہ کیا۔ نوری مسجد پٹنہ کے سابق امام قاری حسنین کی تلاوت قرآن پاک سے تعزیتی جلسہ کا باضابطہ آغاز ہوا۔ جبکہ مختار عالم نے نعت شریف کا نذرانہ پیش کیا۔ الحرا پبلک اسکول شریف کالونی کے سینئر استاذ مولانا حامد حسین ندوی نے بہت خوبصورتی سے نظامت کے فرائض انجام دئے اور انہوں نے بھی مدثر کے انتقال پر شدید صدمہ کا اظہار کرتے ہوئے ان کی مغفرت کے لئے دعائیں کی۔ تعزیتی جلسہ میں حافظ کوثر نیازی، مولانا محمد معراج، محمد ابوبکر، کانگریس کے سرکردہ رہنما باری اعظمی، سابق جج جعفر امام اور دیگر درجنوں سرکردہ شخصیتوں نے بھی شرکت کر کے مدثر کی مغفرت کے لئے دعائیں کی اور مرحوم کے والد جاوید اقبال ایڈوکیٹ اور ان کے اہل خانہ سے مل کر اظہار تعزیت کرتے ہوئے انہیں صبر وتحمل کی تلقین کی۔ جاوید اقبال ایڈوکیٹ نے تمام شرکاء کا شکریہ ادا کیا جبکہ مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی نے اجتماعی دعا کرائی۔

حضرات مبلغین امارت شرعیہ کے دعوتی وتنظیمی پروگرام کی جھلکیاں

امارت شرعیہ کے شعبۂ تبلیغ وتنظیم میں حضرات دعاۃ ومبلغین کی بڑی تعداد دعوتی وتنظیمی خدمات پر مامور ہے، یہ حضرات بہار، اڈیشہ، جھارکھنڈ وبنگال کے مختلف دیہاتوں اور شہروں کا دورہ کر کے قدیم تنظیموں کو مضبوط بنانے، جہاں تنظیم قائم نہیں ہے وہاں تنظیم قائم کرنے اور دعوتی نقطہ نظر سے مسلمانوں میں دینی بیداری پیدا کرنے کا کام انجام دیتے ہیں، بہت سے حضرات مبلغین پہلے سے ہی اپنے حلقہ میں تنظیمی وتبلیغی خدمت انجام دے رہے ہیں، عیدالاضحیٰ کے بعد درج ذیل حضرات مبلغین تنظیمی ودعوتی سفر پر روانہ ہو رہے ہیں۔

نام مبلغین	علاقہ وضلع	نام مبلغین	علاقہ ضلع
مولانا مطیع الرحمٰن	بیلا پر یہار ضلع سیتامڑھی	مولانا محی الدین رحمانی	دلسنگھ سرائے، سمستی پور
مولانا عبدالباری	فاربس گنج ضلع ارریہ	مولانا محمد ظہیر الحسن شمسی	کسریا، مشرقی چمپارن
مولانا عبدالقادر قاسمی	مہشی ضلع سہرسہ	مولانا نوشاد عالم قاسمی	باراہاٹ۔ ضلع بانکا
مولانا مزمل حسین قاسمی	پواخالی، ضلع کشن گنج	مولانا صلاح الدین قاسمی	بنجریا۔ مشرقی چمپارن
حافظ عمیر احمد	ڈھاکہ، مشرقی چمپارن	قاری شاہد اقبال	راگھوپور، سوپول
مولانا فیاض احمد	پھلوریا، ضلع گوپال گنج	مولانا عمید الزماں ندوی	پھلکا، ضلع کٹیہار

مذکورہ اضلاع سے تعلق رکھنے والے تنظیم امارت شرعیہ کے ذمہ داران، نقباء ونائبین، علماء وائمہ اور ہمدردان امارت سے گذارش کی جاتی ہے کہ ان حضرات مبلغین کا اپنے حلقہ میں تعاون فرمائیں، ان کے بیانات سے فائدہ اٹھائیں اور اپنے آبادی کی تنظیم کو زیادہ سے زیادہ مستحکم بنانے اور اس کو وسعت دینے کی کوشش کریں۔

Scanned with CamScanner

’خطبات مدراس‘ کا ادبی رنگ وآہنگ

عارف عزیز (بھوپال)

بیسویں صدی کے اوائل میں برصغیر کے ادبی اُفق پر جوممتاز شخصیتیں جلوہ افروز ہوئیں، ان میں سید القلم علامہ سید سلیمان ندوی (۱۸۸۴ء تا ۱۹۵۲ء) کو کئی پہلوؤں سے بلند مقام حاصل ہے، سید صاحب کے یہاں ایک نوع کی جامعیت اور علوم وفنون کا تنوع جمع ہوگیا ہے، بے مثال سیرت نگار، عظیم مورخ، غیر معمولی عالم، ماہر فقیہ اور صاحب طرز ادیب وانشاء پرداز کی حیثیت سے انہوں نے جو کارنامے انجام دیئے، بلاشبہ وہ آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں، لیکن سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے دائرہ کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات، شمائل اور معمولات سے آگے بڑھا کر پیغام رسالت، تعلیمات نبوی اور احکام شرعی کے گونا گوں پہلوؤں تک وسیع کر کے سیرت کے مطالعہ کو ایک نئی جہت دینے میں سید صاحب کے قلم نے جو کردار ادا کیا، وہ اپنی مثال آپ اور سیرۃ النبیؐ اس کا ایک عظیم شاہکار ہے، جس کو اہل نظر اسلامی علوم کی انسائیکلوپیڈیا قرار دیتے ہیں، لیکن اسی موضوع پر سید صاحب کی ایک اور تصنیف ’’خطبات مدراس‘‘ بھی ہے جو نہایت مختصر تاہم بڑی خوبی وندرت کی حامل ہے، اس میں اختصار وجامعیت کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہی نہیں اس کے تاریخی پہلو، کاملیت، جامعیت اور عملیت کا احاطہ کر کے اسلام کے پیغام اور ایمان وعمل کو شیر وشکر کردیا گیا ہے، سید صاحب کے نامور شاگرد اور معتبر ناقد حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے الفاظ میں:

’’کسی اسلامی زبان میں سیرت پر اتنی طاقتور، دل آویز، دل پذیر اور ایمان آفریں کتاب دیکھنے میں نہیں آئی، اس میں سیرت کے کتب خانے کا عطر آگیا ہے اور تاریخی حقائق، تقابلی مطالعہ، نفسیاتی تجزیہ، علم الاخلاق، علم الاجتماع اور پھر اپنی ادبیت اور خطیبانہ انشا پردازی کی آمیزش سے اس کی افادیت اور اس کی علمی قدر وقیمت میں ایسا اضافہ ہوا ہے کہ اعلیٰ تعلیم یافتہ مسلمانوں اور سلیم الطبع اور جویائے حق غیر مسلموں کو دینے کے لئے اس سے بہتر کوئی تحفہ نہیں‘‘ (مطالعہ سلیمانی، صفحہ:۵۱)

یہ آٹھ خطبات کا مجموعہ ہے جو علامہ نے مدراس (چنئی) مسلم ایجوکیشنل ایسوایشن کی دعوت پر مدراس جا کر دیئے تھے، حقیقت میں ان خطبات کو سیرت نبویؐ کے جوہر کی حیثیت حاصل ہے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی یہ بھی فرماتے تھے کہ خطاب وتقریر سے پہلے ’’خطبات مدراس‘‘ کا مطالعہ موصوف کے لئے ایک نئی تحریک کا باعث ہوتا تھا۔

مذکورہ خطبات میں سید صاحب علیہ الرحمہ نے یہ واضح کیا ہے کہ انسانیت کی تکمیل صرف انبیاء علیہم السلام کی سیرتوں سے ہوسکتی ہے اور عالمگیر ودائمی نمونۂ عمل صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے، کسی انسانی زندگی کا مکمل نمونہ ہر نقص سے بری ہو، اس وقت تک ثابت نہیں ہوتا جب تک کہ اس انسان کی زندگی کے تمام پہلو سامنے نہ ہوں، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا ہر لمحہ پیدائش سے وفات تک، اپنے عہد کے انسانوں کے سامنے رہا، آپؐ کی زندگی کو اس لئے بھی کامل قرار دیا گیا کہ اس میں تمام انبیاء کی خصوصیات جمع ہوگئی ہیں، جن کو عملی شکل میں آپؐ نے کر کے دکھایا، اسی لئے بحیثیت ایک عملی پیغمبر آپ کی حیات طیبہ قرآن حکیم کی تفسیر ہے، دوسرے انبیاء کے پیغامات ایک مخصوص عہد اور قوم کے لئے تھے، اس لئے وہ دائمی نہیں وقتی تھے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام آخری اور پوری دنیا کے لئے ہے، لہذا آپ کو رحمۃ للعالمین کہا گیا۔

’’خطبات مدراس‘‘ کے تیسرے اڈیشن کے دیباچہ میں مصنف کتاب علامہ سید سلیمان ندوی خود لکھتے ہیں کہ ’’خدائے تعالیٰ کا شکر ہے کہ ان خطبات کو جو سرسری طور پر لکھے گئے، حد سے زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی اور مسلمانوں کے ہر طبقہ میں وہ یکساں ذوق وشوق سے ہاتھوں ہاتھ لئے گئے اور عقیدت کی آنکھوں سے پڑھے گئے، مدرسوں میں، اسکولوں میں، مجلسوں میں ہر جگہ پڑھے جاتے ہیں اور ان سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے، یہ جو کچھ ہے وہ خداوند تعالیٰ کا فضل وکرم ہے‘‘۔

علمی دنیا کا اسے غیر معمولی تجربہ ہی کہا جائے گا کہ سیرت مبارکہ پر مذکورہ خطبات کو جو شہرت ومقبولیت حاصل ہوئی اس موضوع پر بعض دوسری ضخیم کتب کو وہ میسر نہ آسکی۔ سید صاحب کوئی دوسرا تصنیفی کام نہ کرتے تو تنہا ’’خطبات مدراس‘‘ انہوں اردو کے بڑے ادیبوں کی صف میں جگہ دلانے کے لئے کافی تھے، ان کے قلم سے اس سے پہلے اور بعد میں کئی کتابیں منظر عام پر آئیں لیکن سیرت پر مذکورہ خطبات میں قلم کی جو روانی بلکہ جولانی نظر آتی ہے وہ اپنی مثال آپ ہے، یقیناً اس کی وجہ سید صاحب کی وہ خطیبانہ نثر ہے جو قاری کے دل ودماغ پر گہرا اثر ڈالتی ہے، عربی اور انگریزی میں ان خطبات کا ترجمہ ہوچکا ہے۔

سید صاحب نے مذکورہ خطبات کے عنوانات بھی مقرر کئے ہیں، جن پر نظر ڈالنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ آٹھ تقاریر نہیں سیرت پر الگ الگ کتابیں ہیں، کوزے میں سمندر کی طرح جن میں سیرت پاک کے خزینہ کو جمع کردیا گیا ہے، ان خطبات میں شگفتگی، حلاوت، دلکشی اور حسن انشاء کے جو نمونے ہیں وہ ادب عالیہ میں شمار ہوسکتے ہیں، یہ علامہ شبلی نعمانی، مہدی افادی اور مولانا ابوالکلام آزاد کے قلم کا امتیاز تھا، جو سید صاحب کی دوسری تصانیف میں عام طور پر نہیں ملتا کیونکہ ان کے اسلوب کے بنیادی عناصر اعتدال وتوازن اور عالمانہ وقار جو ’’خطبات مدراس‘‘ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات وکارناموں کی مرقع آرائی میں ڈھل کر بہزاد کی مصوری میں تبدیل ہوگیا ہے۔

’’خطبات مدراس‘‘ کے پہلے خطبہ کا عنوان ہے ’’انسانیت کی تکمیل صرف انبیائے کرام علیہم السلام کی سیرتوں سے ہوسکتی ہے‘‘ دوسرے خطبہ میں ’’عالمگیر اور دائمی نمونۂ عمل، صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے‘‘ کو موضوع بنایا گیا ہے، تیسرا خطبہ ’’سیرت نبویؐ کے تاریخی پہلو‘‘ چوتھا ’’سیرت نبوی کی کاملیت‘‘ پانچواں ’’سیرت نبی کی جامعیت‘‘ چھٹا ’’سیرت نبوی کی عملیت‘‘ ساتواں ’’اسلام کے پیغمبر کا پیغام‘‘ اور آٹھواں ’’ایمان وعمل‘‘ پر مشتمل ہے، مذکور خطبات کے مطالعہ سے ان میں ایک واضح ربط اور منطقی تسلسل نظر آتا ہے اور یہ احساس بھی ہوتا ہے کہ انہیں سرسری طور پر نہیں، گہرے غور وفکر کے بعد قلم بند کیا گیا ہے، ڈیڑھ سو صفحات کی اس مختصر کتاب میں نہایت دلنشیں پیرایہ اور دلائل کی روشنی میں سید صاحب علیہ الرحمہ نے یہ ثابت کیا ہے کہ ختم المرسلین کے سایۂ رحمت کے بغیر انسانیت کی تکمیل ممکن نہیں اور نہ عالم انسانیت کو فوز وفلاح حاصل ہوسکتی ہے، ’’خطبات مدراس‘‘ میں ادب وانشاء کے جو لعل وگہر موجود ہیں ان کا تفصیلی جائزہ اس موقع پر ممکن نہیں، تاہم کچھ عبادتوں کے اقتباسات سے ان کا لطف لیا جاسکتا ہے مثال کے طور پر پہلے خطبہ میں جس کے موضوع کا ذکر گذر چکا، سید صاحب لکھتے ہیں:

’’مقدونیہ کا سکندر، روم کا سیزر، ایران کا دارا، یوروپ کا نپولین، ہر ایک کی زندگی کشش رکھتی ہے، سقراط، افلاطون، ارسطو، دیوجانیں اور یونان کے دوسرے مشہور فلسفیوں سے لے کر اسپنسر تک تمام حکماء اور فلاسفروں زندگیوں میں ایک رنگ نمایاں ہے، نمرود وفرعون اور ابوجہل اور ابولہب کی دوسری شخصیتیں ہیں قارون کی ایک الگ زندگی ہے‘‘۔

غرض دنیا کے اسٹیج پر ہزاروں قسم کی زندگیوں کے نمونے ہیں، جو بنی آدم کی عملی زندگی کے لئے سامنے ہیں لیکن بتاؤ کہ ان مختلف اصناف انسانوں میں سے کس کی زندگی نوع انسانی کی سعادت، فلاح اور ہدایت کی ضامن اور کفیل اور اس کے لئے قابل نمونہ ہے‘‘۔

’’ان لوگوں میں بڑے بڑے فاتح اور سپہ سالار ہیں، جنہوں نے اپنی تلوار کی نوک سے دنیا کے طبقے الٹ دیئے ہیں لیکن کیا انسانیت کی فلاح وبہبود کیلئے انہوں نے کوئی نمونہ چھوڑا، کیا ان کی تلوار کی کاٹ میدان جنگ سے آگے بڑھ کر انسانی اوہام وخیالات فاسدہ کی بیڑیوں کو بھی کاٹ سکی؟ انسانوں کے باہمی برادرانہ تعلقات کی گھنی مایوسیوں اور ناامیدیوں کا کوئی علاج بتا سکی؟ ہمارے دلوں کی ناپاکی اور زنگ کو مٹا سکی؟ ہمارے اخلاق اور اعمال کا کوئی نقشہ بنا سکی؟ (خطبات مدراس:۱۴-۱۵)

’’خطبات مدراس‘‘ میں ایسی کئی عبارتیں ہیں جن کے مرصع ومسجع جملے شعر کا لطف دیتے ہیں، اس کا جائزہ لینے کے لئے ہر خطبے سے عبارتیں پیش کرنا چاہئے، لیکن صفحات اور وقت کی کمی اس میں مانع ہے، لہذا سیرت نبوی کی جامعیت کے زیر عنوان خطبہ کے ایک اقتباس پر اکتفا کرتا ہوں، سید الطائفہ سید صاحبؒ فرماتے ہیں:

’’......کامل اخلاق کا مجموعہ صرف محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے، اگر دولت مند ہو تو مکہ کے تاجر اور بحرین کے خزینہ دار کی تقلید کرو، اگر غریب ہو تو شعب ابی طالب کے قیدی اور مدینہ کے مہمان کی کیفیت سنو، اگر بادشاہ ہو تو سلطان عرب کا حال پڑھو، اگر رعایا ہو تو قریش کے محکوم کو ایک نظر دیکھو، اگر فاتح ہو تو بدر وحنین کے سپہ سالار پر نگاہ دوڑاؤ، اگر تم نے شکست کھائی ہے تو معرکۂ احد سے عبرت حاصل کرو، اگر تم استاد اور معلم ہو تو صفہ کی درسگاہ کے معلم قدس کو دیکھو، اگر شاگرد ہو تو روح الامین کے سامنے بیٹھنے والے پر نظر جماؤ، اگر واعظ وناصح ہو تو مسجد مدینہ کے منبر پر کھڑے ہونے والے کی باتیں سنو، اگر تنہائی وبے کسی کے عالم میں حق کے منادی کا فرض انجام دینا چاہتے ہو تو مکہ کے بے یار ومددگار نبیؐ کا اسوۂ حسنہ تمہارے سامنے ہو، اگر تم حق کی نصرت کے بعد اپنے دشموں کو زیر اور مخالفوں کو کمزور بنا چکے ہو تو فاتح مکہ کا نظارہ کرو، اگر یتیم ہو تو عبداللہ وآمنہ کے جگر گوشہ کو نہ بھولو، اگر بچہ ہو تو حلیمہ سعدیہ کے لاڈلے بچے کو دیکھو، اگر تم جوان ہو تو مکہ کے چرواہے کی سیرت پڑھو، اگر عدالت کے قاضی اور پنچایتوں کے ثالث ہو تو کعبہ میں نور آفتاب سے پہلے داخل ہونے والے ثالث کو دیکھو جو حجر اسود کو کعبہ کے ایک گوشہ میں کھڑا کر رہا ہے...... اگر تم بیویوں کے شوہر ہو تو خدیجہؓ اور عائشہؓ کے مقدس شوہر کی حیات پاک کا مطالعہ کرو، اگر اولاد والے ہو تو فاطمہؓ کے باپ اور حسنؓ وحسینؓ کے نانا کا حال پوچھو، غرض تم جو کوئی بھی ہو اور کسی حال میں بھی ہو، تمہاری زندگی کیلئے نمونہ اور تمہاری سیرت کی درستی واصلاح کیلئے سامان، تمہارے ظلمت خانہ کیلئے ہدایت کا چراغ اور رہنمائی کا نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیت کبریٰ کے خزینہ میں ہر وقت اور ہمہ دم مل سکتا ہے‘‘۔ (خطبات مدراس، صفحہ:۷۴-۷۵)

یہ کوئی شاعرانہ انشاپردازی نہیں بلکہ تاریخی واقعات ہیں، ایسی کامل وجامع ہستی جو اپنی زندگی میں ہر نوع اور ہر قسم اور ہر گروہ اور ہر صنف انسانی کے لئے ہدایت کی مثالیں اور نظریں اٹھتی ہو وہی لائق ہے جو اس اصناف اور انواع سے بھری ہوئی دنیا کی عالمگیر اور دائمی رہنمائی کا کام انجام دے اور حضورؐ کی ذات ان کمالات سے مزین ہے، گویا دائمی نمونہ عمل صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہے، یہاں جامعیت بھی ہے، کاملیت بھی اور عملیت بھی۔

حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضاداری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

ادب کی ایک خوبی ایجاز واختصار ہے، ’’خطبات مدراس‘‘ ادبی پیرایۂ بیان کے ساتھ ایجاز وجامعیت کا بھی ایک شاہکار ہے جس میں ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات، کارنامے اور پیغام کو فاضل مصنف نے صرف ڈیڑھ سو صفحات میں سمیٹنے کی سعی کی ہے اور فضول عبارت آرائی یا الفاظ کے گورکھ دھندوں سے دامن بچا کر نفس موضوع کو ابھارنے اور قاری کے دل ودماغ کو اس سے محفوظ کرنے پر قلم کا زور صرف کردیا ہے، یہ خطبات جہاں علم کا خزانہ ہیں وہیں ادب کی حلاوت، زبان کی چاشنی اور سلاست وروانی کا بھی اعلیٰ مظہر ہے۔

Scanned with CamScanner

نئے عالمی حالات میں امت مسلمہ کا کردار

حضرت مولانا قاضی مجاہد الاسلام قاسمیؒ

۱:۔اس روئے زمین پر بسنے والی قوموں کے درمیان امت مسلمہ کا امتیاز اس کی ان خصوصیات کی بنیاد پر ہے جن میں کوئی دوسری قوم اس کا مقابلہ نہیں کرسکتی، ان میں اس کی سب سے اہم خصوصیت اس کا وہ پیغام ہے جسے اس نے پوری انسانیت تک پہنچایا، یہ پیغام اپنی وسعت و جامعیت کے لحاظ سے انسانی زندگی کے تمام گوشوں پر حاوی ہے، وہ بغیر کسی تفریق کے زندگی کے ہر شعبے اور اجتماعی وانفرادی ہر میدان میں اپنی رہنمائی پیش کرتا ہے، ایسا نہیں کہ وہ زندگی کے کسی پہلو پر بہت زور دے اور دوسرے پہلو سے بالکلیہ صرف نظر کرلے، بلکہ وہ زندگی کے ہر گوشے کو توازن اور اعتدال کے ساتھ اپنی گرفت میں لئے ہوئے ہے، یہی وہ خصوصیت ہے جو اس کے دین کو بقاء ودوام اور ہر زمان ومکان کا ساتھ دینے کی صلاحیت عطا کرتی ہے۔

۲:۔امت اسلامیہ کا پیغام اپنی جامعیت کی خصوصیت کے ساتھ محض کوئی نظری اور خیالی فلسفہ نہیں بلکہ یہ ایک شاندار اور خوشگوار عملی تجربہ ہے جسے ایک طویل مدت تک واقعی طور پر انسانی زندگی میں آزمایا جاچکا ہے، جو لوگ اسلام کی ابتدائی تاریخ پر نظر رکھتے ہیں ان پر یہ بات مخفی نہیں کہ قرون اولیٰ کے مسلمانوں نے ڈوبی ہوئی جہالت اور اندھی ضلالت سے نکل کر اور اسلام کے نور سے منور کرکے عرب کی سرزمین میں کیسا مثالی، انقلابی اور حیرت انگیز کارنامہ انجام دیا، انہوں نے سادہ اور بدویانہ زندگی سے نکل کر اس دور کی سب سے ترقی یافتہ قوموں کی قیادت کی، اور ان کے سامنے زندگی کے تمام شعبوں کے لئے سنہرے اصول اور گرانقدر رہنمائی پیش کی، اور زندگی کے ہر میدان میں قائدانہ رول ادا کیا اور قیادت کے منصب پر فائز رہے اور کتاب وسنت کی روشنی میں انسانی زندگی کی اصلاح، فرد اور جماعت کی تربیت اور خاندانی اور معاشرتی زندگی کی تنظیم کی، اقتصادی مسائل کا بہترین حل پیش کیا، علمی تحقیقات کا بیڑا اٹھایا، حکومت وسیاست کے رہنما اصول وضع کئے، غرض یہ کہ زندگی کا ایسا کوئی گوشہ نہیں جس میں مسلمانوں نے نمایاں اور قائدانہ رول ادا نہ کیا ہو، یہ عظیم الشان کارنامہ صحابی رسول سیدنا حضرت ربعی بن عامرؓ کے اس قول کی سچی تصویر ہے جس میں انہوں نے امت مسلمہ اور متوقع کردار کا تعارف کرایا ہے، فرماتے ہیں:

''اللہ نے ہمیں اس لئے بھیجا ہے کہ ہم اس کی مشیت سے لوگوں کو انسانوں کی بندگی سے نکال کر ایک اللہ کی بندگی کی طرف، دنیا کی تنگی سے رہائی دے کر اس کی وسعت کی طرف اور ادیان ومذاہب کے ظلم وستم سے نجات دے کر اسلام کے عدل وانصاف کی طرف لائیں۔''

۳:۔امت مسلمہ جس پیغام کی حامل ہے اس کی بنیاد نہایت ٹھوس اور مستحکم اصولوں اور اسلام کے محکم عقائد پر ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور روز قیامت پر ایمان اور وحی الٰہی کی تصدیق، یہ بنیادیں جتنی مضبوط ہوں گی اور امت کا ان پر ایمان جتنا قوی ہوگا اسی کے لحاظ سے اس کا پیغام بھی طاقتور ہوگا، اور اس پر زمانے کے انقلاب وتغیرات اثر انداز نہ ہوسکیں گے۔

۴:۔اس میں کوئی شک نہیں کہ نئی دنیا نے سائنس اور ٹکنالوجی کے میدان میں حیرت انگیز ترقی کی ہے، اور ان ترقیات کے نتیجہ میں ایسی تحقیقات اور انکشافات ہوئی ہیں جس نے ارباب عقل ودانش کو حیرت زدہ کردیا ہے، اور زندگی کے معیار اور پیمانے بدل دیئے ہیں، اور سائنٹیفک ترقیات کے نتیجہ میں اس وسیع عالم کی دوری کم ہوگئی ہے، بلکہ دنیا سمٹ کر ایک چھوٹے گاؤں کی صورت اختیار کرگئی ہے لیکن ایک بڑی حقیقت جس کا ہم عملی زندگی میں مشاہدہ کررہے ہیں وہ یہ ہے کہ علم جدید نے اگر ایک طرف عالم کی دوری کم ہے اور اس کے دور دراز علاقوں کو باہم قریب کردیا ہے تو دوسری طرف اس نے لوگوں کے دلوں میں بڑی دوری پیدا کردی ہے، اس نے انسانی زندگی میں حکومتوں اور سلطنتوں کے درمیان علاقوں اور بستیوں کے مابین بلکہ خاندان اور اس کے افراد کے درمیان ایسی پیچیدہ مشکلات پیدا کردی ہیں کہ ارباب عقل ودانش کا مناسب حل پیش کرنے سے قاصر ہیں، آج مختلف سطح پر دنیا کو کتنے مسائل کا سامنا ہے اور کتنی مشکلات ہیں جن کا حل دشوار نظر آرہا ہے، اور کتنی کشمکش اور لڑائیاں ہیں جن کی آگ بھڑکنے سے معصوم انسانیت کی زندگی خاکستر ہورہی ہے، یہاں پر قدرتی طور پر ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس کی اصل وجہ کیا ہے، اور ان سب واقعات ومشکلات کے پیچھے کیا اسباب کارفرما ہیں، یہ ایک فطری سوال ہے جس کا اطمینان بخش جواب سامنے آنا ضروری ہے۔

ہمارا اس بات پر یقین ہے کہ نئی ترقیات کے نتیجے میں پیدا ہونے والی ان مشکلات کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ اس دور کے انسان نے اپنی مادی ترقیات کی دوڑ میں اعتقادی اور اخلاقی پہلو کو نظر انداز کردیا ہے، آج انسانوں کے قلوب سے عقیدے اور اخلاقی قدروں کی اہمیت نکل گئی ہے آخرت کی جوابدہی کا احساس ختم ہوگیا ہے، اور اللہ حی وقیوم اور علیم وخبیر کی ذات پر ایمان واعتماد کمزور ہوگیا ہے، اور انسانی زندگی اسلام کے اس عادلانہ نظام سے منحرف ہوگئی ہے جس کی بنیاد وحی الٰہی پر ہے، زندگی کی فطری اور اصل اسلامی راہ سے انحراف ہی وہ اصل سبب ہے جس نے اس وقت انسانی زندگی کو عدل وانصاف، چین وسکون اور ترقی وخوشحالی سے پھیر کر ناکامی، بدبختی اور مشکلات دوچار کیا ہے۔

اس وقت دنیا میں جو نظام اخلاق رائج ہے، وہ ''بنتھم'' کے فلسفہ ''افادیت'' اور ''اپیکورس'' کے فلسفہ ''لذتیت'' کا مجموعہ ہے، یہ افادیت اور لذتیت دنیا کی ہر چیز کو جائز کردیتی ہے، بلکہ اس کا شمار عصر حاضر کی اخلاقی بنیادوں میں ہوتا ہے، اس نظام میں فرد کی آزادی کو اجتماعی اور معاشرتی مصالح پر فوقیت حاصل ہے، چنانچہ فرد اس میں اپنی آزادی سے فائدہ اٹھاتا ہے خواہ اس کی بنیاد پر پورے معاشرہ کو نقصان کا سامنا کرنا پڑے، اس آزادی نے خاندانی نظام کو بری طرح منتشر کردیا ہے، اور ذلت وپستی کے غار میں دھکیل دیا ہے، بوڑھا باپ ''اولڈ ہوم'' میں زندگی گزارتا ہے اور لوگوں کے درمیان خاندانی تعلقات صرف رسمی حد تک باقی رہ گئے ہیں، مختلف تقریبات کے موقعوں پر محض کارڈ بھیج دیئے جاتے ہیں اور بس۔اس طرح دنیا تجارتی مارکیٹ کی صورت میں تبدیل ہوگئی ہے، جس کے ہر گوشے میں محض تجارتی مصالح کی کشمکش جاری ہے، ایسے ایٹمی اسلحے اور مہلک کیمیاوی ہتھیار ایجاد کئے جارہے ہیں جن سے پوری انسانیت کو خطرہ لاحق ہے، تجارتی مقاصد کے تحت ان کی خرید وفروخت ہورہی ہے، اور انسانی زندگی کے مفاد میں استعمال کئے جانے کے بجائے اسے تباہ کرنے کے لئے ان کا استعمال ہورہا ہے، یہ وہ صورت ہے جس نے پورے عالم کو مضطرب کررکھا ہے، وی ڈی او، ٹیلی ویژن، جنسی خواہشات کو ابھارنے والی فحش اور مخرب اخلاق فلموں اور عریاں تصویروں کا رواج روز افزوں ہے جس نے دور حاضر کے انسانوں کو ''ایڈز'' جیسی خبیث اور لاعلاج بیماری کا تحفہ دیا ہے، دور جدید کے یہ اور اس جیسے متعدد تحفے ہیں جن سے پورے عالم کو خطرہ لاحق ہے، اور انسانی زندگی کی تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کیا ہے، ان خطرناک حالات میں انسانیت کی نگاہ بصد شوق اس امت کی منتظر ہے جو اسے امن وامان، راحت وسلامتی اور سکون قلب عطا کرے اور ان تمام مہلک خطرات سے اس کی حفاظت کرے۔

۵:۔یہ بات بالکل طے شدہ ہے کہ آج دنیا جن مشکلات اور پیچیدہ مسائل سے دوچار ہے، یا مستقبل میں جو مشکلات اسے درپیش ہیں ان کا واحد اور کامیاب حل اسی وحی سماوی اور دین الٰہی میں پوشیدہ ہے، جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کے سامنے پیش فرمایا ہے وہ انسانیت کے لئے ہر قسم کے اطمینان، امن وسلامتی، ترقی وخوشحالی اور فلاح وکامرانی کا ضامن ہے اور امت اسلامیہ جو اس پیغام کی حامل ہے وہ اس دعوت کو تمام اقوام عالم اور اقصائے عالم تک پہنچانے کی مکلّف اور اپنے رب کے سامنے جوابدہ ہے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے: ''اور اسی طرح ہم نے تم کو ایسی ہی ایک جماعت بنادیا ہے جو نہایت اعتدال پر ہے تاکہ تم لوگوں کے مقابلہ میں گواہ ہو اور تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گواہ ہوں'' (البقرہ آیت:۱۴۳)

یہ اسلامی دعوت کی حامل امت ہے، اس کے کاندھوں پر اس کے پیغام کو دنیا والوں تک پہنچانے کی ذمہ داری ڈالی گئی ہے، ارشاد باری ہے: ''تم لوگ بہترین امت ہو کہ لوگوں کی نفع رسانی کے لئے بھیجے گئے ہو تم بھلائی کا حکم دیتے، برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔'' (آل عمران)

یہ وہ امت ہے جو پوری انسانیت کی نفع رسانی کے لئے بھیجی گئی ہے تاکہ اسے مختلف قسم کی مشقتوں اور پریشانیوں سے نکال کر اسلام کے روشن اور عادلانہ نظام کی طرف لائے، کیونکہ یہ اس نبی کی امت ہے جنہوں نے اپنا تعارف اس طرح کیا ہے: ''اے لوگو! بے شک میں تم سب لوگوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں۔'' (الاعراف)

۶:۔تقویٰ انفرادی، اجتماعی، خاندانی اور معاشرتی زندگی کی بنیاد ہے جیسا کہ قرآن کریم نے مختلف مواقع پر اس کی صراحت کی ہے، تقویٰ قلب کی اس کیفیت کا نام ہے جو رب علیم وخبیر کے سامنے جوابدہی کے احساس سے پیدا ہوتی ہے۔ ''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے، اور تمہاری موت واقع نہ ہو مگر مسلمان ہونے کی حالت میں۔'' (آل عمران)

دوسری بنیاد ''ایثار'' ہے، مومنین کی شان میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور اپنی جانوں پر (دوسروں) کو ترجیح دیتے ہیں اگرچہ ان پر فاقہ ہی ہو۔'' (الحشر)

یہ ایثار انسان کے اندر پوشیدہ اس خودغرضی کا علاج ہے جو فساد اور بگاڑ کا سرچشمہ ہے، قرآن کریم نے صلہ رحمی کا حکم دیا ہے جس کی خاندانی زندگی میں بنیادی حیثیت ہے، اور پڑوسیوں کے حقوق پر زور دیا ہے، جس کی موجودہ ترقی یافتہ زندگی میں بڑی اہمیت ہے، اسلام نے صلح، جنگ اور معاہدے کے اصول مقرر کئے ہیں اور ناحق جان ومال پر دست درازی اور آبروریزی کو قطعاً حرام قرار دیا ہے، پیغمبر علیہ السلام کا ارشاد ہے: ''ہر مسلمان کا خون، اس کا مال اور عزت وآبرو دوسرے مسلمان کے لئے حرام ہے۔'' دوسروں کا مال ناحق کھانا حرام ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ''اور تم اپنا مال آپس میں باطل طریقے پر مت کھاؤ۔'' (البقرہ۔۱۸۸)

اور قتل نفس کی حرمت کے سلسلے میں ارشاد باری ہے: ''اور جس نفس کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے اس کو قتل مت کرو ہاں مگر حق پر''۔(بنی اسرائیل۔۳۳) اللہ تعالیٰ نے زنا وفواحش حتی کہ اس سے قریب ہونے تک ممنوع قرار دیا ہے، چنانچہ ارشاد باری ہے: ''اور زنا کے قریب بھی مت پھٹکو بلاشبہ وہ بڑی بے حیائی کی بات ہے اور بری راہ ہے۔'' (بنی اسرائیل ۳۲) اسی طرح اس نے دین وعقیدے کے سلسلے میں زور زبردستی سے روکا ہے، ارشاد ہے: ''دین میں کوئی زبردستی نہیں۔'' (البقرہ ۲۵۶)

اور اس طرح اس نے ایک ملک کے اندر بسنے والے مختلف ادیان ومذاہب کے پیروکاروں کو مخلصانہ اور پرامن بقائے باہم کی ٹھوس بنیاد فراہم کی ہے، اسی طرح اس نے حکومتوں کے مابین دوستانہ تعلقات کو بہتر بنانے کے اصول پیش کئے ہیں تاکہ ہر ملک یکسوئی کے ساتھ پرامن ماحول میں اپنے باشندوں کی خدمت میں مشغول رہ سکے۔

۷:۔یہ اس پیغام کا اجمالی خاکہ اور مختصر تذکرہ ہے، جس کی یہ امت علم بردار ہے، اور جس کے طفیل ماضی میں مسلمانوں نے زندگی کے تمام میدانوں میں پوری انسانیت کی رہنمائی کی اور عالمی قیادت کے منصب پر فائز رہے، لیکن اگر یہ امت ان خصوصیات وامتیازات سے عاری ہوجائے اور مغربی تہذیب کی ظاہری چمک اور ٹپ ٹاپ سے متاثر ہوکر اسلامی عقائد سے منہ موڑ لے اور اسلامی دعوت کی نشر واشاعت اور اس کی ذمہ داریوں کو انجام دینا چھوڑ دے اور دوسری قوموں کی دعوت پر لبیک کہنے لگے تو ممکن نہیں کہ یہ اسلام کے ابدی پیغام کی حامل امت کی حیثیت سے اپنی ذمہ داریوں کو انجام دے سکے۔

خلاصہ یہ کہ مسلمان جب تک خود اسلام کی مقدس تعلیمات پر عمل پیرا نہ ہوجائیں، اور اسلام کے اولین سرچشمہ اور مصدر ہدایت کتاب وسنت کی طرح رجوع کرکے اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو شرعی اساس پر استوار نہ کرلیں تو وہ عالم انسانیت کی قیادت کے منصب پر فائز ہوسکتے ہیں، نہ نئے عالمی حالات میں اپنا مطلوب اور مثالی کردار ادا کرسکتے ہیں، نہ اسلامی دعوت کے ترجمان بن سکتے ہیں اور نہ اس مجبور ولاچار اور پیاسی انسانیت کی طرف آب شیریں کا جام پیش کرسکتے ہیں۔

Scanned with CamScanner

محرم الحرام کی تاریخی اور شرعی حیثیت

مفتی رضوان القاسمی تاراپوری

ماہ محرم الحرام اسلامی سال کا پہلا مہینہ ہے جو اپنی برکات وفضائل میں اپنی مثال آپ ہے۔ اس مہینہ کی تاریخی حیثیت تو اپنی جگہ مسلم ہے لیکن اس کی حرمت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مہینہ میں خصوصی اعمال اس کی عظمت کو چار چاند لگا دیتے ہیں۔ تاریخ اسلام کے کئی واقعات اسی مہینہ میں پیش آئے۔ یہ کہنا بیجا نہ ہوگا کہ تاریخ کے بیشتر اہم اور سبق آموز واقعات اسی مہینہ میں رونما ہوئے۔ لہذا جہاں ماہ محرم سال نو کی ابتداء کی نوید دیتا ہے وہیں ان واقعات و حادثات کی بھی خبر دیتا ہے جن کا یاد رکھنا امت مسلمہ کے لئے ضروری ہے۔ زندہ اقوام کی علامت یہی ہوتی ہے کہ وہ اپنی تاریخ، اسلاف کے کارناموں اور واقعات سے بے خبر نہیں رہتیں۔

ماہ محرم سے اسلامی سال کا آغاز کرنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر عمل ہونے کی وجہ سے ہمارے لئے سنت کا درجہ رکھتا ہے۔ اس لئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے طریقے کی طرح خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کے طریقے کو بھی سنت فرمایا ہے۔ صحابہ کرامؓ میں سے ہر ایک اپنی جگہ ہدایت کے آفتاب کا روشن ستارہ ہے۔ لیکن ان میں جیسا فیض خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کو درجہ بدرجہ حاصل ہوا مجموعی لحاظ سے وہ دوسروں سے افضل واعلیٰ ہے۔

اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد انہی ہستیوں کو اپنے دین حق کی ترویج واشاعت کے لئے زمین کی نیابت وخلافت سپرد فرمائی، یہی وجہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے ان کو معیار حق بتلاتے ہوئے ان کی اتباع کا حکم دیا، چنانچہ حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

’’میری اور میرے خلفائے راشدین کی سنت کو لازم پکڑو (سن ابو داؤد۲، ص:۲۸۷)

اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم کی سنت پر عمل کرنا ضروری قرار دیا ہے، حضرت عمرؓ نے اسلامی سال کی ابتداء کے لئے واقعہ ہجرت کو بنیاد قرار دے کر ماہ محرم سے اس کا آغاز فرمایا، لہذا اس کے مطابق اپنے روزمرہ کے معمولات کا حساب لگانا سنت پر عمل کرنا شمار ہوتا ہے۔

محرم الحرام کے اہم واقعات

(۱) ماہ محرم سن ۷ ہجری میں غزوہ خیبر پیش آیا جس میں مسلمانوں کے مقابلے میں یہودی تھے، اللہ رب العزت کی مدد ونصرت کے طفیل مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

(۲) ماہ محرم ۱۴ھ میں جنگ قادسیہ ہوئی تین دن کی سخت لڑائی کے بعد چوتھے دن امیر لشکر حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی قیادت میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔

(۳) ماہ محرم ۱۸ھ میں امین الامت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ نے ہزاروں فرزندان اسلام کے ساتھ جام شہادت نوش فرمایا، آپؓ شام وعراق کے علاقوں میں پرچم اسلام کی سربلندی کے لئے مصروف عمل تھے، انہیں علاقوں میں مہلک وباء ’’طاعون‘‘ پھیل گئی، جس کے نتیجے میں آپ کی شہادت ہوئی، آپ کی وصیت کے مطابق اردن کے شہر نحل میں آپ کی تدفین ہوئی۔

(۴) محرم الحرام ۱۸ھ میں گورنر دمشق یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہما کی وفات ہوئی تو امیر المومنین سیدنا عمرؓ نے ان کے بھائی امیر معاویہ بن ابی سفیانؓ کو گورنر مقرر فرمایا، پھر عہد عثمانی میں امیر المومنین سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ نے آپ کی امانت وذہانت، قابلیت کو دیکھتے ہوئے لبنان، اردن اور قبلہ اول فلسطین کی گورنری بھی آپ کے سپرد کردی۔

(۵) محرم الحرام ۲۱ھ میں فاتح مصر جلیل القدر صحابی حضرت عمرو بن العاصؓ فاتحانہ طور پر مصر میں داخل ہوئے، آپ کے قابل قدر شاندار فتوحات کی وجہ سے امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ نے آپ ہی کو مصر کا گورنر مقرر فرمادیا۔

(۶) یکم محرم الحرام ۲۴ھ کو خلیفہ ثانی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی شہادت کے بعد خلافت کی تمام ذمہ داریاں صحابہ کرامؓ (اراکین شوریٰ) کے باہمی مشاورت سے حضرت عثمانؓ کی سپرد کی گئیں۔

(۷) محرم الحرام ۳۷ھ خلیفہ راشد حضرت علی المرتضیٰؓ اور کاتب وحی حضرت امیر معاویہؓ کے مابین عارضی صلح ہونے پر جنگ صفین ختم ہوئی۔

(۸) دس محرم الحرام ۶۱ھ میں نواسہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حسینؓ نے میدان کربلا میں رافضیوں کے پروپیگنڈہ کی وجہ سے اپنا اور اپنے اہل بیت کے خون کا نذرانہ پیش کر کے رتبۂ شہادت پر فائز ہوئے اور جرأت وبہادری کی ایک تاریخ رقم فرماگئے۔

(۹) محرم الحرام ۷۴ھ میں حضرت عمرؓ کے صاحبزادے حضرت عبداللہؓ دارفانی سے رحلت فرماگئے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو تفسیر، حدیث اور فقہ میں بہت بلند مقام عطا فرمایا تھا۔

(۱۰) ماہ محرم ۱۶۱ھ میں گورنر مدینہ جعفر بن سلیمان کی زیر نگرانی مسجد نبوی کی توسیع کا عظیم الشان کام شروع ہوا۔

ماہ محرم کے فضائل

ماہ محرم اپنی فضیلت وعظمت، حرمت وبرکت اور مقام ومرتبہ کے لحاظ سے انفرادی خصوصیت کا حامل ہے، اسی وجہ سے شریعت محمدیہ کے ابتدائی دور میں اس کے اعزاز واکرام میں قتال ممنوع قرار دیا گیا تھا، ارشاد ربانی ہے: کہہ دیجئے اس میں قتال کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ (البقرہ:۲۱۷)

اسے حرمت والے مہینوں میں سے بھی شمار کیا گیا ہے۔ ارشاد باری ہے:

مہینوں کی گنتی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں۔ ان میں چار مہینے ادب کے ہیں (التوبہ:۳۶)

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: (زمانے کی رفتار وہی ہے جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو پیدا فرمایا تھا، ایک سال بارہ مہینوں کا ہوتا ہے، ان میں چار مہینے حرمت والے ہیں جن میں سے تین مہینے مسلسل ہیں یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم اور ایک مہینہ رجب کا ہے جو جمادی الثانی اور شعبان کے درمیان آتا ہے۔) (صحیح بخاری: ج۲، ص۶۷۲)

محرم کے روزوں کی فضیلت

یوں تو اس ماہ میں کی جانے والی ہر عبادت قابل قدر اور باعث اجر ہے مگر احادیث مبارکہ میں محرم کے روزوں کی خصوصی ترغیب دی گئی ہے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: ’’رمضان کے روزوں کے بعد سب سے بہترین روزے اللہ کے مہینہ ’’محرم‘‘ کے روزے ہیں۔ (مسلم ج۱، ص۳۶۸)

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے: جو محرم کے ایک دن کا روزہ رکھے اس کو ایک مہینہ کے روزوں کا ثواب ملے گا۔ (غنیۃ الطالبین للشیخ جیلانی ص۳۱۴)

پھر اس ماہ کے تمام ایام میں سے اللہ رب العزت نے ’’یوم عاشوراء‘‘ کو ایک ممتاز مقام عطا فرمایا ہے۔ یہ دن سب سے فضائل کا حامل اور نیکیوں کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے۔ ارشاد نبوی ہے:

جو شخص عاشورا کے دن کا روزہ رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گزشتہ سال کے (صغیرہ) گناہ معاف فرمادیتے ہیں۔ (صحیح مسلم ج۱ص۳۶۷)

ایک دوسری روایت میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا یہ فرمان ہے: ’’حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک کے مہینہ اور دس محرم کے دن روزہ رکھنے کا اہتمام فرمایا کرتے تھے۔ (صحیح بخاری: ج۱ص۲۶۸)

(نوٹ) اہل ایمان کو یہود کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے اور اس دسویں محرم کا روزہ چونکہ یہود بھی رکھتے ہیں اس لئے اب ہمارے لئے حکم یہ ہے کہ دسویں تاریخ کے ساتھ نویں یا گیارہویں تاریخ کا روزہ بھی رکھیں تاکہ سنت بھی ادا ہوجائے اور مخالفت یہود بھی نکل آئے جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی روایت میں ہے: تم عاشورہ کا روزہ رکھو اور یہود کی مخالفت کرو اور اس سے ایک دن پہلے یا بعد کا روزہ بھی رکھو۔ (مسند احمد: ج۱ص۲۴۱)

عاشورہ کے دن اہل وعیال پر وسعت سے خرچ کرنا

دسویں محرم کے دن اپنی استطاعت کے مطابق حلال آمدنی سے اپنے اہل وعیال پر کھانے پینے میں وسعت کرنا برکت رزق کا ذریعہ اور فقر وفاقہ سے نجات کا سبب ہے۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’جو آدمی اپنے آپ پر اور اپنے گھر والوں پر عاشورہ کے دن (کھانے پینے میں) وسعت کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر پورے سال وسعت فرمائیں گے۔) (الاستذکار لابن عبدالبر المالکی ج:۳، ص۳۳۱)

یعنی اس مبارک عمل کی تاثیر یہ ہے کہ اس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ سارے سال رزق میں فراخی اور وسعت کردیتے ہیں۔ اسی وجہ سے جلیل القدر صحابی حضرت جابرؓ، مشہور محدث یحییٰ بن سعیدؒ اور معروف امام وفقیہ سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ ہم نے اس کا تجربہ کیا۔ لیکن یہ بات واضح رہے کہ مذکورہ امور جس درجے میں ثابت ہیں ان کو اسی درجے میں رکھ کر مانا اور عمل کیا جائے افراط وتفریط سے از حد اجتناب کیا جائے۔

ماہ محرم کی بدعات ورسومات

ماہ محرم برکات کا حامل مہینہ ہے لیکن بعض لوگ اس کی برکات سے فائدہ حاصل کرنے کے بجائے بدعات ورسومات میں پڑ کر اس کی حقیقی فضیلت سے محروم ہوجاتے ہیں۔ ذیل میں چند بدعات ورسومات کی نشاندہی کی جاتی ہے تاکہ ان سے بچ کر صحیح اعمال اختیار کئے جائیں۔

تعزیہ بنانا ناجائز ہے، کیوں کہ قرآن مجید میں ارشاد باری ہے: کیا تم ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہو جس کو خود ہی تم نے تراشا اور بنایا ہے (الصافات:۹۵)

ظاہر ہے کہ تعزیہ انسان اپنے ہاتھ سے تراش کر بناتا ہے پھر منت مانی جاتی ہے اور اس سے مرادیں مانی جاتی ہیں، اس کے سامنے اولاد وغیرہ کی صحت کی دعائیں کی جاتی ہیں اس کو سجدہ کیا جاتا ہے اس کی زیارت کو زیارت امام حسین سمجھا جاتا ہے، یہ سب باتیں روح ایمان اور تعلیم اسلام کے اعتبار سے ناجائز ہیں۔ ذکر شہادت کے لئے مجالس منعقد کرنا، ان میں ماتم کرنا، نوحہ کرنا، روافض کی مشابہت کرنے کی وجہ سے ناجائز ہے، کیوں کہ حدیث شریف میں آتا ہے: ’’جس نے جس قوم کی مشابہت اختیار کی وہ اس قوم سے ہے‘‘۔ (سنن ابی داؤد: ج۲، ۲۰۳)

علامہ ابن حجر الہیثمی المکی لکھتے ہیں:

’’خبردار (اس محرم کا) روافض کی بدعتوں میں مبتلا نہ ہونا جیسے مرثیہ خوانی، آہ وبکاہ اور رنج والم وغیرہ کیوں کہ یہ مسلمانوں کی شایان شان نہیں اگر ایسا کرنا جائز ہوتا تو اس کا زیادہ مستحق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم وفات ہوسکتا تھا۔ (الصواعق المحرقہ: ج۲، ص۵۳۴)

Scanned with CamScanner

نشہ اور خودکشی کا بڑھتا رجحان

ڈاکٹر ایم اجمل فاروقی

اس وقت نشہ اور خودکشی کا رجحان بڑھتا جارہا ہے جس کے باعث امن پسند معاشرہ بے چینی محسوس کررہا ہے، گذشتہ جولائی 2017 کو بہ ظاہر دو معمولی واقعات کی رپورٹنگ ہوئی، جو امت مسلمہ کے لئے خصوصاً اور عالمِ انسانیت کے لیے عموماً وجہ تشویش ہے۔

پہلی خبر علی گڈھ مسلم یونیورسٹی میں یونیورسٹی کی تاریخ میں کسی طالب علم کی خودکشی سے متعلق ہے۔تفصیلات کے مطابق طالب علم انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کررہا تھا اور غیر مقیم ہندوستانی تھا۔ایک امتحان میں ''بیک'' ہونے کی وجہ سے انتہائی دل برداشتہ تھا، گھر کے دباؤ یا ساتھیوں سے شرمندگی کے احساس سے مغلوب ہوکر خودکشی کا فیصلہ کرلیا مسجد میں جاکر دو رکعت نماز پڑھی اور ہاسٹل ہال کی چھت پر چڑھ کر پٹرول چھڑک کر آگ لگالی، جب تک دوسرے طلباء پہنچتے بدقسمت طالب علم ستر فی صد سے زائد جل چکا تھا، بعد میں دہلی کے اسپتال میں طالب علم کا انتقال ہوگیا۔

دوسری خبر N.D.T.V. پر پیش کیے گئے دستاویزی پروگرام سے ہے، جس کے مطابق دہلی کے مسلم اکثریتی غریب علاقہ سیماپوری شراب کی بڑھتی لعنت کی تصویر کشی کی گئی ہے۔

یہ پروگرام دیکھنے کے لیے بڑے دل گردہ کی ضرورت تھی کس طرح گندگیوں کے ڈھیر، گندی نالیوں اور تعفن زدہ مکانوں میں نوخیز مسلم بچہ انجکشن لگارہے ہیں۔ ماں، باپ، بھائی، بہن، بیویاں، بچہ رو رو کر تباہی اور بربادی کی داستان بیان کررہے ہیں؛ مگر نشہ کے شکار نوجوان اپنے مستقبل سے بے پرواہ، بے ہوش اپنی دنیا میں مست گندگیوں میں پڑے ہوئے تھے۔ کئی خاندانوں میں پسماندگان نے بتایا کہ کس طرح ان کے بیٹے، شوہر نشہ کا شکار ہوگئے اور یہ حال کسی دور افتادہ گاؤں یا شہر کا نہیں، راجدھانی دہلی کے محلّہ کا ہے۔ جہاں ہر بڑی چھوٹی دینی ملی جماعت کا مرکز یا آفس ہے۔ بڑی بڑی درگاہیں اور صوفیاؤں کی خانقاہیں ہیں، بڑے بڑے N.G.O. ہیں؛ مگر ان سب کے وجود اس کا بستی پر کوئی اثر نہیں آیا۔ خوکشی اور نشہ کی لت اس وقت پوری دنیا میں وبا کی شکل اختیار کرتی جارہی ہے، پورے پورے خطے نشہ آور ادویہ کی زد میں ہیں۔

اگر یہ مسئلہ صرف غریب، کم پڑھے لکھے یا جاہل معاشرہ کا ہوتا تو ہم اس کو کم تعلیم، بیروزگاری، وسائل کی کمی، غربت سے جوڑ کر دیکھ سکتے تھے؛ مگر اعداد وشمار اور روزانہ کے واقعات بتارہے ہیں کہ سماج کا ہر طبقہ اس سے یکساں طور پر متاثر ہے۔ اوسط کا کچھ فرق ہوسکتا ہے۔ مثلاً ہندوستان میں پنجاب ہر لحاظ سے خوشحال ریاست ہے؛ مگر نشہ نے پوری ریاست کو جس طرح جکڑ رکھا ہے وہ اس بات سے ظاہر ہے کہ حالیہ اسمبلی الیکشن میں نشہ کا موضوع بہت اہم تھا اور اکالی، بی جے پی سرکار اس کے لیے ذمہ دار بتائی جارہی تھی۔ وہیں کیرل کی ریاست ملک کی سب سے زیادہ خواندگی والی تقریباً صد فی صد خواندہ ریاست مانی جاتی ہے۔ مالی حالات بھی بہار، بنگال اور یوپی جیسے برے نہیں ہیں، پھر بھی ملک گیر اعداد وشمار میں خودکشی کے واقعات سب سے زیادہ اسی ریاست میں ہورہے ہیں۔ پھر ان حالات کی توجیہ وتوضیح کیسے کی جاسکتی ہے؟

دونوں موضوعات پر دنیا بھر میں بحث ومباحثہ، غور وخوض، تجربہ چل رہا ہے۔ عموماً دنیاوی اسباب جو گنائے جارہے ہیں، ان میں بے روزگاری، آمدنی کی کمی، جہالت اور بکھرتا انسانی معاشرہ، انسانی رشتہ وروابط میں محبت اور غمگساری کا کم ہوتا رجحان اہم مانے جارہے ہیں۔ سماج کے مختلف طبقات کی بات کریں تو نوجوان لڑکے لڑکیاں، طالبِ علم، خواتین اور کسان مختلف الگ الگ وجوہات کی بنا پر دونوں خطرات میں زیادہ پھنس رہے ہیں؛ مگر یہ تجربات اور ان کی بنا پر پیش کیے جانے والے حل دونوں ہی اکثر وبیشتر غلط ثابت ہورہے ہیں؛ کیوں کہ دنیا میں رائج نظریات اور ان کی بنا پر تعمیر کیا گیا انسانی معاشرہ مطلقاً کائنات کے خالق ومالک کو اور اس کے ذریعہ کی گئی رہنمائی سے انکار اور مخالفت پر مبنی ہے۔

سماجیات کی دنیا میں مذکورہ بالا مسائل خودکشی اور نشہ آور اشیاء کا استعمال انسانی معاشرہ کو گھن کی طرح کھارہا ہے۔ آج بچہ کی پیدائش کے ساتھ ہی اس کے کان میں اچھے اسکول، حقِ تعلیم، اچھا کیرئیر، بہتر مستقبل ہی واحد مقصدِ زندگی کے طور پر گھولا جاتا ہے۔ پورے معاشرہ اور سرکار کی کوشش اسی کے گرد گھومتی ہے۔ زندگی کے متعلق اس نظریہ کو قرآنِ پاک میں اس طرح واضح کیا گیا ہے کہ ''یہ کہتے ہیں کہ دنیا کی زندگی ہی ہماری زندگی ہے۔ ہم مرتے اور جیتے ہیں اور ہمیں صرف زمانہ ہی مار ڈالتا ہے۔ دراصل انھیں اس کا کچھ علم ہی نہیں ہے، یہ صرف قیاس اور اٹکل سے کام لے رہے ہیں۔'' (الجاثیہ:۲۴)

اب جب دنیا کی زندگی ہی سب کچھ ہے اور اسی کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرلینا کامیابی مانا گیا، انسان کے دوسرے اوصاف کی کوئی قدر وقیمت نہیں رہی، بغیر مادی فائدہ کے کوئی کام بیکار سمجھا گیا، تو اس دوڑ میں جس کو قرآن پاک میں ''تنافس''، ''تکاثر'' اور ''تفاخر'' کے نام سے موسوم کیا گیا ہے، جو پیچھے رہ جائے گا، اس کے لیے جینے میں مزہ کیا ہے؟ وہ کس عزم اور مقصد کے لیے زندہ رہے؟ وہ اپنی مجبوری، ناکامی، مایوسی کے احساس کو دفن کرنے کے لیے کیوں نہ ڈرگس اور شراب کا استعمال کرے؟ جب اس کی ''ناکامی'' اور ''مایوسی'' کی حالت میں نہ سماج اور نہ حکومت کوئی مدد کرتی ہے؛ کیوں کہ یہ دونوں مادہ پرستانہ نقطۂ نظر کے حامل ہیں اور غیر نفع بخش کام میں وسائل خرچ نہیں کرتے تو ''مایوس''، ''مجبور'' انسان چاہے وہ طالب علم ہو، خاتون ہو، کسان ہو، مریض ہو؛ کیوں اور کس کے سہارے زندہ رہے؟ آج مختلف حیلہ بہانوں سے عقیدہ کی گرفت کمزور کی جارہی ہے، جس کی وجہ سے انسان اندر سے کمزور ہورہا ہے اور مجموعی طور پر سماج صرف ''نفع'' اور ''فائدہ'' کے اصول کے تحت زیادہ سے زیادہ ''خودغرض'' اور انفرادیت پسند ہورہا ہے۔ اب وہ سماج کے تئیں اپنی کوئی ذمہ داری نہیں سمجھتا ہے۔

امتِ مسلمہ بھی آج عقیدہ کی کمزوری میں بُری طرح مبتلا کی جارہی ہے، عقیدہ کو مراسمِ عبودیت تک محدود کیا جارہا ہے۔ اس کے باوجود ان دونوں بیماریوں سے یہ امت کافی حد تک محفوظ تھی اور اب بھی نسبتاً دوسری اقوام سے حالات بہتر ہیں؛ کیوں کہ اللہ پر بھروسہ، دنیا کے فانی ہونے کا عقیدہ اور آخرت کی زندگی اور حساب وکتاب پر ایمان اور وہاں کی کامیابی کا عقیدہ، ''جو آگ سے ہٹالیا گیا اور جنت میں داخل کیا گیا وہ کامیاب ہوگیا اور یہ دنیا کی زندگی دھوکہ کا سامان ہے'' (آل عمران:۱۸۵) کا وہ عقیدہ ہی انسان کا وہ سہارا ہے جو اسے مایوسیوں اور ناکامیوں کی انتہاؤں میں بھی انسان کا حوصلہ بلند رکھتا ہے۔

دنیا کی طرح یہاں کے حالات کے بھی تغیر پذیر ہونے کا عقیدہ ''آدمی کو مکمل مایوسی سے بچاتا ہے اور انتہائی اقدامات اٹھانے سے محفوظ رکھتا ہے''۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ''تاکہ تم اپنے سے فوت شدہ کسی چیز پر رنجیدہ نہ ہوجایا کرو اور نہ عطا کردہ چیز پر اترایا کرو'' جیسے احکامات انسان کے لیے انتہائی تقویت کا باعث ہوتے ہیں۔

خدا بیزار نظاموں میں چاہے وہ جمہوری ہو یا آمریت پسند انسانوں کے مختلف طبقات کے ساتھ مکمل انصاف نہیں ہورہا ہے۔ وہ کسی نہ کسی طبقہ کی طرف جھکا ہوا رہتا ہے۔ یہ حقیقت انقلاب فرانس کے بعد تاریخ سے بالکل عیاں ہے۔ چاہے سرمایہ دارانہ نظام ہو یا اشتراکی نظام، دونوں میں یہ کمی موجود ہے۔ نتیجتاً عوام کا بڑا طبقہ آزمائشی یا ایمرجنسی حالات میں اپنے آپ کو بے دست وپا محسوس کرتا ہے۔

ہمارے ملک میں سماجی تحفظ کے نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ اگر ہے تو اونٹ کے منھ میں زیرہ جیسی بھی نہیں ہے۔ عوامی فلاحی بجٹ مستقل کم کیا جارہا ہے۔ خوراک، دوا، علاج، مکان، تعلیم لگاتار سب مہنگے ہورہے ہیں۔ اگر گھر میں اچانک حادثہ یا بیماری یا تعلیمی خرچ آجائے تو سود پر قرض لینے کے علاوہ کوئی راستہ نہیں ہے۔ سرکاری اسپتالوں میں ہر سہولت کی فیس مقرر ہوگئی ہے۔ تعلیمی بجٹ لگاتار کم ہورہا ہے۔ تعلیمی قرض کا حجم لگاتار کم ہورہا ہے۔ پرائیویٹ بینک تعلیمی قرض کا حجم پچیس فی صد سے پانچ فی صد پر لے آئے ہیں۔ یہ بات ۲۳/ جولائی ۲۰۱۷/ کو شائع شدہ مضمون میں پی چدمبرم نے لکھی ہے۔

اچانک بیماری، موت یا حادثہ اور بے روزگاری نشہ اور خودکشی کی بڑی وجہ ہے، جس میں خاندان کا تانا بانا بکھر جاتا ہے، سرکاری بیوہ پنشن کی مقدار اتنی ہوتی ہے کہ اس سے آدھا کیلو دودھ ماہانہ لینا بھی مشکل ہے۔ پھر ان سب کو حاصل کرنے کے لیے لمبی چوڑی سرکاری کارروائی پٹواری، لیکھ پال، انسپکٹر کے چکر اور کمیشن سب مل کر بہت مایوس کرنے والا ہوتا ہے۔ طالب علموں پر زبردست ذہنی دباؤ ہمیشہ نمبر اپر رہنے کا والدین کا ذریعہ بنا رہتا ہے، جس کی وجہ سے وہ مستقل زبردست تناؤ کی حالت میں رہتے ہیں اور قرار یا سکون کے لیے ڈرگس کے چکر میں آرہے ہیں۔

یہ کہانی ہر چھوٹے بڑے اسکول: IIT، میڈیکل کالج اور ریسرچ اسکالروں کی ہے۔ کوٹہ میں ہونے والی خودکشی کی روزافزوں واردات اور IIT کانپور میں خودکشی کی شرح اموات کے پیچھے یہی احساسِ ناکامی یا اندیشہ ؟ ناکامی پایا جاتا ہے۔

ایک اور بڑی وجہ سماج میں صارف کلچر کی بے پناہ طلب اور ہوس بھی ہے، جہاں گھر کے مکھیا پر گھر کے لوگوں کا هَل مِن مَزِيد کا نعرہ ہے، جس کی وجہ سے نشہ، کرپشن اور انجام کار خودکشی کے واقعات ہر معاشرہ میں تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔ وجوہات الگ الگ ہوسکتی ہیں؛ مگر نتیجہ یہی فرار اور مایوسی ہے۔ یہ بات تو طے ہے کہ دنیا میں نافذ نظامِ حیات یہ اور اس کی طرح کے مظاہر فساد فی الارض روکنے میں ناکام ہیں؛ کیوں کہ یہ ان کے دماغوں کی اُپج ہے، جن کا انسان اور کائنات کے بارے میں علم ناقص، ادھورا اور تغیر پذیر ہے۔ یہ آج کچھ قانون بناتے ہیں کل اس کے الٹا قانون بناتے ہیں۔ مثلاً جب نشہ کی لت کو روک نہیں پائے تو اسے جرم کی فہرست سے ہی خارج کردیا۔ خودکشی پہلے ہمارے ملک میں جرم تھی، اب اس مسئلہ کو ایسے حل کیا کہ اسے جرم کی فہرست سے خارج کردیا گیا۔ اس طرح مانگ اٹھ رہی ہے کہ سٹہ، جوا بھی جرم کی فہرست سے خارج کردیا جائے۔ اس کے برعکس الٰہی رہنمائی میں قوانین اس خالق کی طرف سے بنائے گے ہیں جس نے انسانوں کو تخلیق کیا ہے جو انسانوں کو اور ان کی ہر طرح کی ضروریات کو پورا کرنے والا اور نشوونما دینے والا رب العالمین ہے۔

اس نے ایک طرف عقیدۂ آخرت، تقدیر پر بھروسہ، اللہ پر توکل اور دعاومناجات کے ذریعے انسانوں کے قلوب کو ہر طرح کی مصیبت اور آزمائش کے لیے مضبوط بنایا، ان کو زندگیوں کو سادہ بنائے رکھنے کی تلقین، ''اس کی امیدیں قلیل، اس کے مقاصد جلیل'' کے تحت انسانوں کو زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے اور صرف کرنے کی خواہش پر لگام لگایا۔

دوسری طرف زکوٰۃ اور بیت المال کے نظام اور حقوق العباد کی زبردست ترغیب اور نظم کے ذریعہ سماج کے ہر فرد کو دوسرے فرد کے ذریعہ مضبوطی عطا کی۔

حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا (مفہوم) تم مال چھوڑ کر گئے تو مال تمہارے وارثوں کا اور اگر ذمہ داری چھوڑ کر گئے تو وہ میری یعنی (اسلامی ریاست) کی ذمہ داری ہے۔ جس طرح سے زکوٰۃ کو عبادات میں شامل کرکے فرض قرار دیا گیا اور اس کے لیے اوپر سے نیچے تک ایک نظم بنایا گیا اور سود کو حرام قرار دیا گیا، اگر صرف یہ دو چیزیں ہی اپنالی جائیں تو بیروزگاری، نشہ، خودکشی، گداگری اور کرپشن سب پر قابو پایا جاسکتا ہے؛ مگر آج صورتِ حال یہ ہے کہ مسیحا آپ خود بیمار ہے وہ عقیدہ کے محاذ پر بھی کمزور اور بیمار ہورہا ہے اور عملاً زکوٰۃ، صدقات اور سماجی فلاح کے کاموں سے بھی دور ہورہا ہے؛ بلکہ ان کو دھندا بنالیا ہے۔

آج اگر گلی گلی، محلّہ محلّہ زکوٰۃ کا نظم ہو غریبوں، بیماروں، طالب علموں، بے روزگاروں کی خبر گیری ہو، ان کو اپنے پیروں پر کھڑا کرنے کی کوشش ہو، ان کی ہنگامی ضرورتیں پوری کرنے کا نظم ہو تو مایوسی اور ناکامی کیوں ڈیرا جمائے گی؟ امتِ مسلمہ کو حالات کی سنگینی کو سمجھ کر اپنے وسائل اور افرادی طاقت کو استعمال کرنا ہوگا۔

ایک طرف عقیدہ کی مضبوطی، دنیا اور آخرت کی حقیقت اور حقیقی کامیابی کے الٰہی پیمانہ عام کرنے ہوں گے۔ جس عقیدہ کو ہم رٹا تے ہیں اسے سمجھانا بھی ہوگا۔

دوسری طرف امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے ذریعہ سماج میں فحش ومنکرات کا مقابلہ کرنا ہوگا۔

Scanned with CamScanner

اسباب زوال امت

سید حامد محسن

مسلمانوں نے بغداد، دمشق، قرطبہ، قاہرہ اور فیض جیسے شہروں کے اطراف عظیم سلطنتیں قائم کیں مگر تین چار صدیوں تک پوری آب وتاب سے حکمرانی کے بعد یہ سب یکے بعد دیگرے زوال کا شکار ہوگئیں۔ آپسی نفاق اور چپقلشوں نے انہیں کمزور کردیا اور پر تعیش زندگی نے انہیں اندرونی طور پر کھوکھلا کردیا۔ بغداد اور اندلس کے سقوط کے بعد مسلمانوں کا تہذیبی زوال روکے نہ روک سکا۔

1258ء میں جب منگولوں نے بغداد پر حملہ کیا تو حکومت عباسی اتنی کمزور ہوچکی تھی کہ یہ اپنا دفاع تک نہ کرسکی، منگول فوجوں نے عوام کا قتل عام کیا اور خلیفۂ وقت کو بھی تہ تیغ کرڈالا۔ منگولوں نے ہزاروں دستاویزات اور کتب ومخطوطات پر مشتمل کتب خانے کو جلاکر تباہ کرڈالا اور علم کے بیش بہا خزانوں میں آگ لگادی۔

اسلامی تہذیب کو دوسرا دھکا اندلس یعنی اسپین میں لگا۔ 1492ء تک آپسی جنگوں میں مسلم خلفاء کو متعدد ریاستوں میں تقسیم کردیا تھا، وہ یکے بعد دیگرے نشاۃ ثانیہ کے جلو میں انگڑائیاں لیتی ہوئی عیسائی سلطنتوں کے حملوں کے جواب میں پسپا ہوتے چلے گئے، یہاں تک کہ 12 جنوری 1492ء کو آخری تاج دار ابوعبداللہ نے گھٹنوں کے بل دارالسلطنت کی چابیاں عیسائی بادشاہ فرڈینڈ اور ملکہ آزبیلا کے ہاتھوں میں پیش کردیں تقریبا آٹھ سو برس کی اسلامی حکومت کے بعد مسلم حکمرانی کا آفتاب ایسا ڈوبا کہ پھرا بھر نہ سکا۔

ابوعبداللہ کی ماں نے ابوعبداللہ کی اس شرمناک پسپائی کے بعد اس سے کہا: تم اس سلطنت کا جس کا اپنی مردانہ قوت سے دفاع نہ کرسکے اس کے سقوط پر عورتوں کی طرح آنسو بہا رہے ہو۔"

علم ودانش کی دنیا کے لیے یہ اور بڑا صدمہ تھا۔ کیونکہ ہزاروں مخطوطات نذر آتش کردیے گئے اور مسلمانوں کی صدیوں پر محیط کاوشوں کا آخر قلع قمع کردیا گیا۔ مگر صرف بغداد اور اندلس کے سقوط کو مسلمانوں کے زوال کے لیے ذمہ دار قرار نہیں دیا جاسکتا۔ جس قوت نے مسلمانوں کی بساط سیاست پلٹی وہ اندرونی اور نظریاتی تھی۔

چودھویں صدی کے آس پاس مسلمانوں کی قیادت اپنی نظریاتی قلاشی کا شکار ہوچلی تھی، علماء اسلام شش وپنج کا شکار تھے۔ بدلتے ہوئے حالات میں ملت کی رہنمائی علماء کے بس کی بات نہیں رہی تھی۔ وہ فروعی اختلافات کو بڑھاوا دینے اور فقہی موشگافیوں میں مصروف تھے۔

علماء کی دانست میں اس سے فکری انتشار کی حوصلہ افزائی ہورہی تھی اور عوام پر ان کی گرفت ڈھیلی پڑ رہی تھی۔ انہیں خطرہ لاحق تھا کہ کہیں عوام مکمل طور پر ان سے گلوخلاصی نہ کرلیں۔ لہذا انہوں نے اپنی گرفت کی بحالی کی خاطر، جو اقدامات کیے وہ ان کے مفادات کے تحفظ کے حق میں ضروری تھے۔ مگر مسلمانوں کے دانشورانہ انحطاط کو مہمیز دے گئے۔ ان اقدامات میں بھی انہیں تقریبا ایک صدی کا عرصہ لگا، ان کا حاصل مندرجہ ذیل تھا:

۱- انہوں نے ''علم'' کے نظریے کو تمام علوم کے حصول کے بجائے دین کے علم تک محدود کردیا۔

۲- انہوں نے ''اجماع'' کے نظریہ کو متفقہ فیصلے کے بجائے علماء کے درمیان اتفاق سے تعبیر کیا اور چونکہ علم کے معنی دینی علوم کے رہ گئے تھے، لہذا یہ اتفاق محض دینی علوم رکھنے والوں کا ہوکر رہ گیا۔

۳- انہوں نے اجتہاد کے دروازے بند کردیے جس کے تحت دینی مسائل پر آزادانہ اظہار خیال کی آزادی پہلے مسدود اور بعد میں مقطوع ہوگئی۔ ان تمام کا مجموعی اثر مسلمانوں کے لیے تباہ کن ثابت ہوا۔ ''اجتہاد'' کی جگہ ''تقلید'' نے لے لی اور یہ رفتہ رفتہ اندھی پیروی اور نقالی میں تبدیل ہوگئی۔ قرآن کی تفسیر وتعبیر کے طریقہ کار اور عمل کو منجمد کردیا گیا۔ نئی روشنی، آزادی اظہار خیال، بحث مباحثہ اور مذاکرہ کے فقدان کی وجہ سے حالات کی نئی کروٹوں کے باوجود مسلمان اپنی کوتاہ بینی کی وجہ سے نئے افکار وخیالات اور مباحث سے محروم رہے۔ وقت کا کارواں آگے بڑھتا رہا، مگر مسلمان اپنی دنیا میں مگن، ساکت وجامد کھڑے رہے۔ جس نے پوری قوم کو مفلوج، تاریک خیال اور فعالیت وحرکت سے عاری قوم میں تبدیل کردیا۔

۴- مذہبی علماء نے اپنے اقدار کی سرحدوں کی حفاظت کو اپنا مشغلہ بنالیا۔ اگلی صدیوں میں مسلمانوں نے چین سے کاغذ سازی کی صنعت کو سیکھنے اور اسے علم ودانش کے فروغ کے لیے جو عجلت دکھائی تھی، اس کے برعکس طباعت خانوں کو اختیار کرنے میں مزاحمت دیکھی گئی۔ اس طرح ان علماء نے معاشرہ کو آکسیجن سے محروم کردیا جو اس کی بقا ودوام کے لیے ناگزیر تھا۔ فعالیت سے عاری اس قوم کا تن لہذا یورپ کی مقتدر قوموں کے ذریعہ لیے جانے کو تیار ہوچکا تھا۔

بقیات

بقیہ حضرت مولانا عبد الخالق سنبھلی

مولانا کے والد کا نام نصیر احمد تھا۔ اس وقت وہ اپنے فرزند کے ساتھ دارالمدرسین میں رہتے تھے۔ انتہائی خاکسار۔ تواضع وبے نفسی کے پیکر۔ سراپا سادگی وشرافت۔ دیہاتی وضع قطع۔ شاعری سے بڑا لگاؤ رکھتے۔ اللہ جانے شاعر تھے یا نہیں، مگر ہزاروں اشعار ان کی نوکِ زبان پر تھے۔

مولانا کی شخصیت میں والد صاحب کی بھی کچھ جھلکیاں تھیں۔ سنجیدگی، ٹھہراؤ، فروتنی، تلطف، انکسار سب کچھ ان میں جلوہ گر۔ بانکپن، نہ نخوت ونخرہ۔ کوئی تام جھام، نہ خرامِ ناز۔ اپنی رفتار یا گفتار سے کبھی کج کلاہی نہیں جتائی۔

مولانا کی خاص بات ان کی سلامتِ طبع تھی۔ مرنجاں مرنج۔ لاضرر ولاضرار۔ نہ ان سے کسی کو شکایت، نہ ان کی زبان پر حرفِ شکوہ۔ کسی جھمیلے میں نہ پڑے، نہ کانٹوں سے الجھے۔ طلبہ بھی خوش۔ اساتذہ بھی شاد۔ کئی نظامتیں بھی انہوں نے سنبھالیں، جن میں نظامتِ امتحان جیسا حساس شعبہ بھی شامل ہے۔ 2008 سے نائب مہتمم رہے۔ دارالاقامہ اور مسجد کے امور ان سے وابستہ۔ مہتمم صاحب کی غیر موجودگی میں کارِ اہتمام بھی۔ مگر کیا مجال کہ کسی کا دل بھی دکھایا ہو۔

اپنی فطری افتاد اور خلقی نہاد میں وہ جس قدر ابریشم واقع ہوئے تھے، بابِ عقائد میں اسی قدر سخت اور متصلب۔ نہایت زیرک ودانا۔ کوئی انہیں طرح نہیں دے سکتا تھا۔ ردِ باطل میں انہیں خاص دلچسپی تھی۔

مولانا کا قلم بھی بڑا پختہ اور ٹھوس تھا۔ بڑا شستہ اور شگفتہ لکھتے۔ فصاحت وبلاغت کا خاص خیال رکھتے۔ سقیم اور بے وزن الفاظ کا ان کے یہاں گزر نہیں تھا۔ ان کی نوکِ خامہ سے کئی کتابیں نکلیں، جن میں سے بیش تر ترجمے سے متعلق ہیں۔ فتاویٰ عالمگیری کے 51ویں جز کا اردو ترجمہ لکھا۔ عبدالمجید عزیز الزندانی الیمنی کی مشہورِ زمانہ کتاب: التوحید کا ترجمہ کیا، جو 500 صفحات میں چھپ کر مقبولِ عام ہوا۔ تحسین المبانی فی علم المعانی کا ضمیمہ بھی قلم بند کیا۔

غرض وہ ایک عظیم انسان اور مثالی شخصیت کے مالک تھے۔ افسوس کہ اب وہ بھی وہیں چلے گئے، جہاں سے واپسی کا تصور بھی محال ہے۔ اب ہمارے اور ان کے درمیان ایک خلیج پڑ چکی ہے۔

مولانا ہمارے درمیان سے ضرور چلے گئے، مگر وہ زندہ رہیں گے۔ اپنے حلقۂ تلامذہ میں، اپنے احباب میں، اپنے شناساؤں میں زوال پیکرِ خاکی کو ہے، خُلقِ مجسّم کو نہیں۔ اللہ بس، باقی ہوس۔

نقیب کے خریداروں سے گذارش

اگر اس O دائرہ میں سرخ نشان ہے، تو اس کا مطلب ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت ختم ہوگئی ہے۔ براہ کرم فوراً آئندہ کے لیے سالانہ زر تعاون ارسال فرمائیں، اور منی آرڈر کوپن پر اپنا خریداری نمبر ضرور لکھیں، موبائیل یا فون نمبر اور پتے کے ساتھ پن کوڈ بھی لکھیں۔ مندرجہ ذیل اکاؤنٹ نمبر پر ڈائرکٹ بھی سالانہ یا ششماہی زر تعاون اور بقایہ جات بھیج سکتے ہیں، رقم بھیج کر درج ذیل موبائل نمبر پر خبر کردیں۔

A/C Name: THE NAQUEEB, A/C No: 10331726168

Bank: SBI, Branch J.C. Road, Patna, IFSC Code: SBIN0001233

رابطہ اور واٹس اَپ نمبر Mobile: 9576507798

نقیب کے شائقین کے لئے خوشخبری ہے کہ اب نقیب مندرجہ ذیل سوشل میڈیا اکاؤنٹس پر آن لائن بھی دستیاب ہے۔

Facebook Page: http//@imaratshariah

Telegram Channel: https://t.me/imaratshariah

اس کے علاوہ امارت شرعیہ کے آفیشیل ویب سائٹ www.imaratshariah.com پر بھی لاگ ان کرکے نقیب سے استفادہ کرسکتے ہیں۔ مزید مفید ودینی معلومات اور امارت شرعیہ سے متعلق تازہ خبریں جاننے کے لئے امارت شرعیہ کے ٹویٹر اکاؤنٹ imaratshariah@ کو فالو کریں۔

(مینیجر نقیب)

اعلان مفقود الخبری

معاملہ نمبر ۱۴۴۲/۵۱۳/۳ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ خیر العلوم بردونی سمستی پور)

انگوری بیگم بنت شکیل احمد مقام بھریہار، ڈاکخانہ بھرائیہ بلاک سنگھیا، ضلع سمستی پور۔ فریق اول

بنام

نعیم اختر ولد نسیم حیدر مرحوم مقام بھریہار ڈاکخانہ بھرائیہ بلاک سنگھیا ضلع سمستی پور۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ مدرسہ خیر العلوم بردونی سمستی پور میں عرصہ تقریبا چھ سال سے غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۱۷/محرم الحرام ۱۴۴۳ھ مطابق ۲۶/اگست ۲۰۲۱ء روز جمعرات بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

معاملہ نمبر ۱۴۴۲/۱۴۰۵/۱۲۸ھ

(متدائرہ دارالقضاء امارت شرعیہ ارریہ)

سونی بنت انظال مقام رامپور نمبر ۹، ڈاکخانہ رامپور موہن پور، ضلع ارریہ۔ فریق اول

بنام

طالب ولد شاہد پتہ نامکمل ....ضلع مرادآباد۔ فریق دوم

اطلاع بنام فریق دوم

معاملہ ہذا میں فریق اول نے آپ فریق دوم کے خلاف دارالقضاء امارت شرعیہ ارریہ میں عرصہ دوسال سے غائب ولاپتہ ہونے، نان ونفقہ نہ دینے اور جملہ حقوق زوجیت ادا نہ کرنے کی بنیاد پر نکاح فسخ کئے جانے کا دعویٰ دائر کیا ہے، اس اعلان کے ذریعہ آپ کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ آپ جہاں کہیں بھی ہوں فوراً اپنی موجودگی کی اطلاع دیں اور آئندہ تاریخ سماعت ۲۴/محرم الحرام ۱۴۴۳ھ مطابق ۲/ستمبر ۲۰۲۱ء روز جمعرات بوقت ۹/بجے دن آپ خود مع گواہان وثبوت مرکزی دارالقضاء امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ میں حاضر ہوکر رفع الزام کریں۔ واضح رہے کہ تاریخ مذکور پر حاضر نہ ہونے یا کوئی پیروی نہ کرنے کی صورت میں معاملہ ہذا کا تصفیہ کیا جاسکتا ہے۔ فقط۔ قاضی شریعت۔

Scanned with CamScanner

طب و سائنس

زعفران کے طبی فوائد

ڈاکٹر فیاض علیگ

زعفران ایک گہری خوشبو اور مخصوص رنگ والا مسالا ہے جو اینٹی آکسیڈنٹس سے بھرپور اور صحت کے لیے بہت فائدہ مند ہے۔ ابتدائی شواہد سے پتہ چلتا ہے کہ زعفران مزاج کو بہتر کرتا اور ذہنی تناؤ سے لڑنے میں مدد کرتا ہے۔ زعفران کے دیگر فوائد ذیل میں درج ہیں۔

اینٹی آکسیڈنٹس کی فراہمی:

2015ء کے ایک جائزے کے مطابق زعفران میں کروسن (crocin)، پکروکروسن (picrocrocin) سیفرنال (safranal) جیسےفعال اینٹی آکسیڈنٹس سمیت کیمپفیرول (kaempferol) اور کروسیٹین (crocetin) نامی مرکبات ہوتے ہیں جو انسان کے جسم میں تکسیدی تناؤ اور فری ریڈیکل کے خلاف لڑنے میں مدد کرتے ہیں۔ چونکہ تکسیدی تناؤ اور آزاد ریڈیکلز کینسر اور دل کی بیماریوں سمیت دیگر امراض کی نشوونما میں اپنا کردار ادا کرتے ہیں، اسی لئے اس طرح کے اینٹی آکسیڈنٹس آپ کو صحت مند رکھنے میں مدد کرسکتے ہیں۔

اعصابی نظام کی خرابی کی روک تھام:

زعفران میں موجود اینٹی آکسیڈنٹس جسم کو اعصابی نظام کو متاثر کرنے والے عوارض سے بچانے میں کردار ادا کرسکتے ہیں۔ 2015ء کی ایک ثابت شدہ تحقیق سے پتہ چلتا ہے کہ زعفران میں کروسن جیسے مرکبات دماغ میں سوزش (inflammation) اور تکسیدی نقصان کو کم کرتے ہوئے فائدہ مند اثرات کا باعث بن سکتے ہیں۔ ایک تحقیق میں بتایا گیا ہے کہ زعفران یادداشت کو بڑھانے والی خصوصیات اور اپنے اینٹی آکسیڈنٹس اور اینٹی سوزش اثرات کی وجہ سے الزائمر سے نمٹنے میں مدد کرسکتا ہے۔ اس تحقیق میں معتدل الزائمر والے لوگوں نے 22 ہفتوں تک زعفران استعمال کیا تو ان کے ادراک میں بہتری آئی تھی۔

جگر اور کینسر سے بچائو میں مددگار:

برطانوی محققین کے مطابق زعفران جگر کے لیے بے حد فائدہ مند ہے۔ اس قیمتی جڑی بوٹی میں موجود بائیو مالیکیول اور کروسین جگر کی صحت کے لیے بہت اہمیت کے حامل ہیں، ساتھ ہی یہ کینسر کے مرض کو روکنے میں بہت حد تک مدد فراہم کرتے ہیں۔ تحقیق کاروں کے مطابق زعفران کے طبی فوائد کے سبب آئندہ برس کینسر کے لیے بنائی جانے والی ادویات میں اس کو استعمال کیا جائے گا۔

وزن میں کمی:

اس بات کے بھی کچھ شواہد موجود ہیں کہ زعفران سے وزن میں کمی لانے اور بھوک کم کرنے میں مدد مل سکتی ہے۔ جرنل آف کارڈیو ویسکیولر اینڈ تھوراسک ریسرچ میں شائع ایک مصدقہ مطالعے سے معلوم ہوا ہے کہ زعفران کے استعمال سے کمر کے گرد موجود چربی میں کمی آتی ہے۔ جو لوگ اس کا سپلیمنٹ لیتے ہیں ان کو بھوک کم لگتی ہے اور کم کھانا کھانے کے باعث ان کا وزن بڑھنے کے مواقع کم ہو جاتے ہیں۔

موسمی نزلہ و زکام سے بچاؤ:

سردیوں میں ہونے والے نزلہ وزکام کا حل بھی زعفران دے سکتا ہے۔ دودھ میں زعفران ملا کر استعمال کرنے سے نزلہ زکام اور بخار میں راحت مل سکتی ہے۔ طبی ماہرین مشورہ دیتے ہیں کہ بخار کی حالت میں زعفران ملے دودھ کو پیشانی پر ملنے سے بھی بخار کم ہوسکتا ہے۔

بے خوابی کا حل:

بہتر صحت کے لیے نیند کا پورا ہونا ضروری ہے، نیند پوری نہ ہو تو اس کی وجہ سے دیگر مسائل بھی پیدا ہوتے ہیں۔ رات کو زعفران ملا دودھ پی کر سونے سے بھرپور نیند آتی ہے۔ زعفران میں موجود اینٹی آکسیڈنٹس مختلف طبی مسائل کو دور کرنے میں مدد کرتے ہیں۔ زعفران میں موجود مینگنیز جلد نیند لانے میں معاونت کرتا ہے۔

امراض قلب سے حفاظت: زعفران خون کی گردش کو حرکت میں لاتا ہے اور شریانوں کو سخت ہونے سے روکتا ہے۔ اس میں موجود مفید اجزاء کولیسٹرول کی سطح میں کمی لاتے ہیں اور دل کی بیماریوں کے خطرے کو کم کرنے میں مدد کرتے ہیں۔ اس لیے چٹکی بھر زعفران دودھ میں ملا کر پینے سے آپ اپنے دل کی صحت کو بہتر رکھ سکتے ہیں۔

بصارت کیلئے بہترین:

طبی ماہرین کے مطابق زعفران کا مسلسل استعمال بڑھاپے میں ہونے والی آنکھوں کی بیماریوں میں کمی لاتا ہے اور بینائی جانے کا خطرہ بھی کم ہوتا ہے۔ زعفران میں موجود اجزاء بینائی کو تقویت دینے والے خلیوں کو بہتر کرتے ہیں۔

جلد کیلئے مفید اور اینٹی ایجنگ:

اگر آپ جلد کے مسائل مثلاً کیل مہاسے، جھائیوں، سفید دھبوں یا بے رونق اور خشک جلد سے پریشان ہیں تو مختلف طریقوں سے زعفران کا استعمال بہترین ثابت ہوسکتا ہے۔ یہی نہیں، جو خواتین رنگ عمدہ کرنے کی خواہشمند ہوتی ہیں ان کے لیے زعفران ایک بہترین انتخاب ہے۔ ایک چٹکی زعفران اور سورج مکھی کے بیج دودھ میں بھگو دیں۔ اسے رات بھر بھیگا رہنے دیں اور صبح چھان کر پیس لیں۔ اس مکسچر کو چہرے پر ہفتے میں 2 بار لگائیں، آپ کی رنگت نکھر جائیگی۔

موڈ میں بہتری:

شواہد موجود ہیں کہ زعفران موڈ کو بہتر بنانے اور افسردگی کم کرنے کے لیے مفید ہے۔ جرنل آف بیہیوریل اینڈ برین سائنس میں شائع ہونے والی ایک تحقیق میں پتا چلا ہے کہ زعفران ایکسٹریکٹ نے دماغ کے دیگر ہارمونز جیسے سیرٹونن (serotonin) کی سطح کو تبدیل کیے بغیر دماغ میں ڈوپامائن (dopamine) کی سطح میں اضافہ کیا، جو خوشی لانے والا ہارمون ہے۔ ایک تحقیق سے یہ بات سامنے آئی کہ ہر دن 30 ملی گرام زعفران کے استعمال سے ایسی دوائیوں کی طرح اثرات پیدا ہوسکتے ہیں جو ہلکے سے معتدل ڈپریشن کا علاج کرتی ہیں، جیسے امیپر مائن (imipramine) اور فلوکسیٹائن (fluoxetine)

ہفتۂ رفتہ

راشد العزیری ندوی

نائب صدر کا عدلیہ میں علاقائی زبانوں کے استعمال پر زور

نائب صدر جمہوریہ ایم وینکیا نائیڈو نے عدلیہ سے مادری زبان بولنے والوں کے لیے قابل رسائی ماحول پیدا کرنے کی ضرورت پر زور دیا ہے۔ چیف جسٹس آف انڈیا کے حالیہ اقدام کا حوالہ دیتے ہوئے ایک خاتون کو عدالت میں تیلگو میں بات کرنے کی اجازت دینے کے بارے میں نائب صدر جمہوریہ نے کہا کہ اس واقعے نے عدلیہ کی ضرورت پر زور دیا تاکہ لوگ اپنی مادری زبان میں اپنے مسائل کا اظہار کرسکیں۔ فیصلے علاقائی زبانوں میں بھی دیئے جاسکتے ہیں۔ مادری زبانوں کے تحفظ سے متعلق ایک ورچوئل کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے نائیڈو نے خبردار کیا کہ مادری زبان کا نقصان بالآخر اپنی شناخت اور خود اعتمادی کے نقصان کا باعث بنتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمارے ورثے کے مختلف پہلوؤں موسیقی، رسم و رواج، تہواروں، روایتی علم کو محفوظ رکھنا صرف اپنی مادری زبان کو محفوظ رکھ کر ہی ممکن ہوگا۔ نائیڈو نے ہندوستانی زبانوں کے تحفظ پر زور دیا۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ زبانوں کا تحفظ اور ان کے تسلسل کو یقینی بنانا صرف عوامی تحریک سے ہی ممکن ہے، انہوں نے کہا کہ ہماری زبان کے ورثے کو ہماری آنے والی نسلوں تک پہنچانے کی کوششوں میں لوگوں کو ایک آواز میں اکٹھا ہونا چاہیے۔ ہندوستانی زبانوں کے تحفظ کے لیے درکار مختلف لوگوں کی قیادت کے اقدامات کو اجاگر کرتے ہوئے نائب صدر جمہوریہ نے ایک زبان کو بہتر بنانے میں ترجمے کے اہم کردار پر روشنی ڈالی۔ انہوں نے ہندوستانی زبانوں میں تراجم کے معیار اور مقدار کو بہتر بنانے کے لیے کوششیں بڑھانے پر زور دیا۔

CBSE (دسویں) کے نتائج سے غیر مطمئن طلبا کا ہنگامہ

سی بی ایس ای کے ۱۰ ارویں کے نتائج آنے کے بعد ہنگامہ کا دور شروع ہوگیا ہے۔ پٹنہ سے لیکر پوری ریاست میں طلبا کا مظاہرہ جاری ہے۔ ناراض طلبا کا الزام ہے کہ ان لوگوں کے ساتھ دھوکہ کیا گیا ہے۔ جن طلبا کو ٹاپ ہونے کی امید تھی وہ بھی ۶۰ رفیصد نمبر کے آس پاس سمٹ کررہ گئے ہیں۔ بانکا اور اورنگ آباد کے بعد پٹنہ کے خزانچی روڈ واقع ٹی رضا اسکول میں بھی مشتعل طلبا نے زبردست ہنگامہ کیا۔ طلبا کا الزام ہے کہ بورڈ نے آنکھ بند کرکے نمبر دیا ہے۔ اس وجہ سے کئی طلباء وطالبات کا مستقبل تاریک ہوگیا ہے۔ ان طلبا کا مطالبہ ہے کہ ان کے ریزلٹ کو درست کیا جائے۔ وہاں پر ایسے طلبا کی تعداد زیادہ تھی جنہیں پری بورڈ میں ۹۰ رفیصد نمبر ملا تھا، لیکن ۱۰ اروین مین ۶۰ رفیصد نمبر ہی مل سکا۔ پٹنہ کے کئی اسکولوں کے طلبا میں ریزلٹ کے تئیں زبردست اشتعال ہے۔ ان طلبا کا کہنا ہے کہ سی بی ایس ای کی منمانی نہیں چلے گی۔ وہیں پرائیوٹ اسکول اینڈ چلڈرین ایسوسی ایشن نے بھی سی بی ایس ای کی دوہری پالیسی کی پرزور مخالفت کی ہے۔

پیگاسس معاملہ پر اپوزیشن کی 14 جماعتوں کی میٹنگ

پارلیمنٹ میں حکومت کو پیگاسس معاملہ پر راہل گاندھی نے حزب اختلاف کے لیڈران کو مدعو کیا۔ اس میں 14 جماعتوں کے لیڈران شریک ہوئے جبکہ اجلاس کے بعد راہل گاندھی نے دہلی کی سڑکوں پر سائیکل مارچ نکال کر حکومت کے خلاف صدائے احتجاج بلند کیا۔ میٹنگ کے دوران تمام حزب اختلاف کی جماعتوں نے یکجہتی کا اظہار کیا اور کہا کہ یہ لڑائی جمہوریت کی بقا کے لیے ہے اور ہم متحد ہوکر لڑیں گے۔ راہل گاندھی نے کہا میرے خیال میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہم تمام قوتوں کو یکجا کریں۔ تمام آوازیں (عوام کی) یکجا رہیں گی تو بی جے پی اور آر ایس ایس کے لئے انہیں دبانا مشکل ہو جائے گا۔ خیال رہے کہ حزب اختلاف کی تمام جماعتیں پارلیمنٹ کے مانسون اجلاس میں پیگاسس معاملہ پر بحث کرانا چاہتی ہیں، جبکہ حکومت کا کہنا ہے کہ یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جس پر بحث کرائی جائے۔ اس میٹنگ میں حزب اختلاف سمیت کانگریس، این سی پی، شیوسینا، آر جے ڈی، سماجوادی پارٹی، سی پی آئی ایم، سی پی آئی، آئی یو ایم ایل، آر ایس پی، کے سی ایم، جے ایم ایم، این سی، ٹی ایم سی اور ایل جے ڈی کے لیڈران موجود رہے۔ جبکہ عام آدمی پارٹی اور بی ایس پی نے میٹنگ سے کنارہ کشی اختیار کی۔

اسکول، کوچنگ، اور شاپنگ مال کھولنے کی مشروط اجازت

بہار کے وزیر اعلیٰ نتیش کمار کے ساتھ کرائسس مینجمنٹ گروپ کی میٹنگ کے بعد ان لاک ۵ کو لے کر نئے فیصلے کئے گئے ہیں، بہار میں ۷/ اگست سے ۲۵/ اگست تک ان لاک ۵/ رہے گا، اس دوران حکومت نے کئی رعایتوں کا اعلان کیا ہے۔ ریاست میں اب کچھ شرائط کے ساتھ، شاپنگ مال، اسکول اور کوچنگ کو کھولنے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ نویں درجہ اور اس سے اوپر کے اسکول ۷/ اگست سے جب کہ اول سے آٹھویں درجہ کے اسکولوں کو ۱۶/ اگست سے کھولنے کی اجازت دی گئی ہے۔ اسکولوں میں طلباء ابھی ۵۰/ فیصد صلاحیت کے ساتھ حاضری دیں گے۔ دسویں کلاس کے اوپر کے کوچنگ انسٹی چیوٹ جو کمپٹیشن کی تیاری کراتے ہیں، وہ بھی ۷/ اگست سے کھل سکیں گے۔ ان لاک کو لیکر تفصیلی گائیڈ لائن محکمہ کے ذریعہ جاری کی جائے گی۔ اس سے قبل وزیر اعلیٰ نتیش کمار نے کرائسس مینجمنٹ گروپ کی میٹنگ میں ہوئے فیصلوں کی جانکاری سوشل میڈیا پر دی ہے۔ انہوں نے کہا کہ کورونا انفکشن مین کمی کو دیکھتے ہوئے ۷/ اگست سے ۲۵/ اگست تک سبھی دکانوں کو ہفتہ وار بندی کے ساتھ کھولنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ نویں سے دسویں درجہ ۷/ اگست سے اور اول سے آٹھوین درجہ کے اسکول ۱۶/ اگست سے کھلیں گے۔

Volume:61/71,Issue:31 Printed & Published by Sohail Ahmad Nadwi, on behalf of Imarat Shariah Phulwari Sharif, Patna, Printed at Azimabad Printers, R.C.F./105, Ground Floor, B.H. Colony, Bhootnath Road, Kankarbagh, Patna-800026 and Published from Naqueeb Office Imarat Shariah, Phulwari Sharif, Patna-801505, Editior: (Mufti) Mohammad Sanaul Hoda (Quasmi)

Scanned with CamScanner

گلشن پرست ہوں مجھے گل ہی نہیں عزیز
کانٹوں سے بھی نباہ کیے جا رہا ہوں میں
(جگر مرادآبادی)

LEADING URDU JOURNAL OF IMARAT SHARIAH
BIHAR ODISHA & JHARKHAND
NAQUEEB WEEKLY
PHULWARI SHARIF, PATNA-801505
SSPOS PATNA Regd.No.PT 14-6-21-23
R.N.I.N.Delhi,Regd No-BIHURD/4136/61

اتر پردیش الیکشن مرکزی حکومت کی تقدیر کے لئے فیصلہ ساز

ڈاکٹر سید اسلام الدین مجاہد

۲۰۲۲ء کے اوائل میں منعقد ہونے والے اتر پردیش اسمبلی انتخابات کے لئے بھارتیہ جنتا پارٹی نے ابھی سے ہی سیاسی ماحول کو گرم کرنا شروع کردیا ہے۔ یوپی کے وزیر اعلیٰ یوگی آدتیہ ناتھ ریاست کا اقتدار دوبارہ حاصل کرنے کے لئے اسی پرانی فضاء کو ہوا دے رہے ہیں جس سے فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ پانچ سال پہلے بی جے پی کو اسمبلی میں اکثریت دلاتے ہوئے ریاست کے چیف منسٹر بننے میں کامیاب ہوئے تھے۔ اب جب کہ دوبارہ عوام کے درمیان جانے کا مرحلہ قریب آ گیا، بی جے پی کے حق میں ہندو ووٹوں کو متحد کرنے کے لئے ریاست میں پھر سے اپنے روایتی کارڈ کا استعمال کیا جارہا ہے۔ ریاست میں موجودہ سرکار نے اپنے ناعاقبت اندیش اقدامات سے اپنی تنظیم کا چہرہ داغدار بنایا ہے۔ کوویڈ-19 کی قہر سامانی کا مقابلہ کرنے میں یوپی حکومت کی ناکارہ کارکردگی سے ریاست کی عوام بخوبی واقف ہے۔ ہزاروں اموات کے باوجود ریاست کے چیف منسٹر کو کوئی پشیمانی نہیں۔ شمشان گھاٹوں میں متوفیوں کی نعشیں قطاروں میں لگی رہیں اور اسپتالوں میں کوویڈ کے مریض تڑپتے رہے لیکن یوگی آدتیہ اپنے روایتی کارڈ کی آڑ میں سیاست کا کھیل کھیلتے رہے۔ حالیہ مغربی بنگال اسمبلی انتخابات میں کراری شکست کے بعد بی جے پی کو یہ خطرہ محسوس ہو رہا ہے کہ کہیں یوپی کے رائے دہندے بھی اسے نہ دھتکار دیں۔ اسی لئے ابھی سے سیاست کے اکھاڑے میں ہندوتوا طاقتیں اپنی چیخ و پکار کے ساتھ کود پڑی ہیں اور پھر سے شرپسند عناصر اپنی سرگرمیوں کا آغاز کر چکے ہیں۔ گزشتہ دنوں غازی آباد کے علاقہ میں ایک عمر رسیدہ مسلم شخص کو اپنا نشانہ بناتے ہوئے ان کے ساتھ جس قسم کی بدسلوکی کا رویہ اختیار کیا وہ سب کچھ منظرِ عام پر آچکا ہے۔ 70 سالہ عبدالصمد کو آخر کس جرم میں مارا پیٹا گیا۔ ان کا قصور کیا تھا؟ اس ضعیف شخص کو نہ صرف شدید زدوکوب کیا گیا، بلکہ اشرار نے ان کی داڑھی بھی کاٹ دی۔ یہ دراصل جہاں مسلمانوں کو ڈرانے اور دھمکانے کی پالیسی ہے وہیں ریاست میں فرقہ وارانہ بھٹی کو گرمانے کی دلیل ہے۔ بی جے پی کو یہ احساس ہو چکا ہے کہ یوپی میں اس کا اقتدار ہچکولے کھا رہا ہے۔ وہ اپنی کارکردگی کی بنیاد پر رائے دہندوں سے ووٹ نہیں مانگ سکتی۔ پانچ سال میں اس نے کوئی نمایاں کارنامہ انجام نہیں دیا جس کی بنیاد پر عوام اسے دوبارہ ووٹ ڈالنے کے بارے میں غور وفکر سے کام لیں۔ اس لئے اشتعال انگیزی کا سہارا لیا جا رہا ہے تاکہ اقتدار کو بچایا جاسکے۔

یوپی کا الیکشن مرکزی حکومت کی تقدیر کے لئے فیصلہ ساز قرار دیا جارہا ہے۔ اتر پردیش نہ صرف ملک کی سب سے بڑی ریاست ہے، بلکہ سیاسی طور پر یہ ایک اہم ریاست ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یوپی میں جس کی حکومت ہوگی دلّی کی گدّی اس کی ہوگی۔ اگر یوپی کا قلعہ پارٹی کے ہاتھوں سے نکل جاتا ہے تو دہلی میں کی حکومت بھی ڈانواڈول ہوجائے گی۔ اسی لئے حسّاس موضوعات کو چھیڑ کر ماحول میں فرقہ وارانہ زہر گھولا جارہا ہے۔ چنانچہ ابھی سے یوپی حکومت کے ایسے اقدامات سامنے آرہے ہیں جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ کسی مثبت ایجنڈے پر الیکشن لڑنے کے لئے تیار نہیں ہے، بلکہ فرقہ وارانہ بنیاد پر فضاء تشکیل دے کر وہ الیکشن میں سرخرو ہونا چاہتی ہے۔ ہجومی تشدد کے ساتھ ساتھ ریاست کے مسلمانوں کے جذبات کو مجروح کرنے کے ہتھکنڈے بھی استعمال کئے جارہے ہیں۔ ضلع بارہ بنکی میں دن دہاڑے ایک مسجد کو شہید کردیا گیا۔ اسی طرح ایک اور مسجد کو شہید کرکے وہاں پارک کی تعمیر کی جارہی ہے۔ اوقاف کی اراضی کو سرکاری ملکیت قرار دیتے ہوئے حکومت اس کو اپنے قبضہ میں لے رہی ہے۔ ان غیر قانونی اقدامات کو انجام دے کر ریاستی حکومت ریاست کے سیاسی ماحول کو گرمانا چاہتی ہے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان ایک ناقابلِ عبور خلیج پیدا کرکے اس سے سیاسی فائدہ اٹھانا چاہتی ہے۔ ہجومی تشدد کا واقعہ ہو یا پھر مساجد کی شہادت کی بات، مسلمان اس پر احتجاج کر سکتے ہیں اور جب وہ احتجاج کریں گے تو حالات خود بخود فرقہ وارانہ رخ اختیار کرلیں گے۔ اپنی پارٹی کے امیج کو بہتر بنانے کے لئے قائدین کچھ تعمیری کام بھی کرسکتے تھے، عوام کو بہتر سہولتیں پہنچا کر وہ لوگوں کا دل جیت سکتے ہیں۔ کورنا بحران کے وقت جس نااہلی کا حکومت نے ثبوت دیا اس کی تلافی اب بھی کی جاسکتی ہے۔ عوام جن مصائب اور مشکلات سے دوچار ہیں انہیں ان سے چھٹکارا دلانے میں حکومت پہل کرسکتی ہے۔ لیکن ریاستی حکومت ان سارے کاموں کے برعکس کام کر رہی ہے۔ مہنگائی پر قابو پانے، نوجوانوں کو روزگار دینے، تعلیم پر توجہ دینے اور خواتین کے تحفظ کے بارے میں سنجیدہ اقدامات کرنے کے بجائے سماج کو فرقہ وارانہ خطوط پر تقسیم کرنے کا وطیرہ اپنایا جارہا ہے۔ ایک ایسے وقت جب کہ ملک ایک شدید بحران سے گذر رہا ہے۔ کوویڈ-19 زندگی کے مختلف شعبوں میں اپنے منفی اثرات ڈال چکا ہے۔ ملک کو ترقی کی ڈگر پر لانے کے لئے نہیں معلوم کتنے دہے لگ جائیں گے۔ پورا تعلیمی نظام بکھر چکا ہے۔ روزگار کے مواقع ختم ہوگئے ہیں۔ ایسے نازک وقت میں بھی سیاسی قائدین اپنی تنگ نظری اور ناعاقبت اندیشی کو چھوڑنے کے لئے تیار نہیں ہوتے ہیں۔

2024ء کے الیکشن کو جیتنے کے لئے بی جے پی نے 2021 سے تیاری کرلی ہے۔ بی جے پی اپنی بگڑی ہوئی صورت کو پُرکشش اور جاذبِ نظر بنانے کے لئے اپنے منصوبے کے مطابق آگے بڑھ رہی ہے۔ سوال یہ ہے کہ بی جے پی کا جواب دینے کی طاقت ملک کی دیگر سیاسی پارٹیوں میں ہے؟ بی جے پی اپنے ووٹ بنک کو رجھانے اور ورغلانے کے سارے حربے اختیار کر رہی ہے۔ یوپی الیکشن سے پہلے ہی اس نے 2024 میں ہونے والے لوک سبھا الیکشن پر اپنی نظریں گاڑ دی ہیں۔ اس لئے بی جے پی، یوپی کے 2022 کے اسمبلی الیکشن کو 2024 کا ریہرسل مانتے ہوئے پورے دم خم کے ساتھ آگے بڑھ رہی ہے۔ اس کی یہ تیاری صرف آنے والے سال کے الیکشن کے لئے نہیں ہے، بلکہ آئندہ مزید پانچ سال مرکز کی زمامِ کار اپنے ہاتھوں میں رکھنے کے لئے ہے۔ اس لئے یوپی اسمبلی کا الیکشن بی جے پی کے لئے موت وحیات کا معاملہ بن گیا ہے۔ بی جے پی کو اگر یوپی میں دھچکہ لگتا ہے تو مرکز میں بھی اس کا قلعہ کو مسمار ہوسکتا ہے۔ مغربی بنگال، تامل ناڈو اور کیرالہ کے حالیہ انتخابی نتائج سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ملک گیر سطح پر بھی بی جے پی کا ریکارڈ خراب ہوگیا ہے۔ ان کے سات سالہ دورِ حکمرانی میں ملک کی عوام نے مصیبتیں ہی جھیلیں ہیں۔ نوٹ بندی سے لے کر کورونا تک ان پر کیا کچھ گذری اس سے ہر شخص واقف ہے۔ وقت کا تقاضا ہے کہ سیکولر پارٹیاں ملک کے مفاد میں ایک جٹ ہوکر فرقہ وارانہ سیاست کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں تاکہ ملک میں جمہوریت اور سیکولرازم کے فروغ کے لئے نئی راہیں کھل جائیں۔ یہ اسی وقت ممکن ہوگا جب سیاسی پارٹیاں اپنے حقیر سیاسی مفادات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنا اہم کردار ادا کریں گی۔ یوپی الیکشن میں جہاں موجودہ سرکار کا مستقبل داؤ پر لگا ہوا ہے وہیں سیکولر پارٹیوں کو نوشتہ دیوار پڑھتے ہوئے جمہوریت کے تحفظ اور سیکولرازم کی بقا کے لئے آگے آنے کی ضرورت ہے۔

ماہانہ وظیفہ پانے والے ۱۵ر محرم ۱۴۴۳ھ تک تجدید کے لیے درخواست جمع کریں: محمد شبلی القاسمی

امارت شرعیہ کے قائم مقام ناظم جناب مولانا محمد شبلی القاسمی صاحب نے اپنے ایک اخباری بیان میں اعلان کیا ہے کہ امارت شرعیہ ایک عظیم ملی وفلاحی ادارہ ہے، یہاں سے دیگر اہم کاموں کی طرح محتاجگان کی وقتی امداد کے ساتھ حضرت امیر شریعت کی منظوری سے باضابطہ ماہانہ وظیفہ بذریعہ بینک دیا جاتا ہے، اس سلسلہ میں حضرت نائب امیر شریعت جناب مولانا محمد شمشاد رحمانی دامت برکاتہم کی ہدایت کے مطابق نئے سال (۱۴۴۳ھ) کیلئے وظائف کی درخواستیں وصول کرنے کی کارروائی شروع کی جارہی ہے، اس لئے امارت شرعیہ سے جن بیواؤں اور محتاجوں کو ماہانہ وظیفہ ملتا ہے؛ اگر ان کی ضرورت باقی ہے اور وہ آئندہ اپنا وظیفہ جاری رکھوانا چاہتے ہیں تو تجدید کا فارم بھر کر اپنے آدھار کارڈ اور بینک پاس بک کی کاپی کے ساتھ ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے پتہ پر ۱۵ر محرم ۱۴۴۳ھ تک موصول کرادیں، وظیفہ فارم میں موجود سبھی خانوں کو صاف صاف بھریں، اگر خود سے نہ بھر سکیں تو کسی جانکار سے بھروالیں، خاص طور سے اکاؤنٹ کی تفصیلات (اکاؤنٹ میں موجود نام، اکاؤنٹ نمبر، بینک کا نام، بینک کا پتہ، آئی ایف سی کوڈ) صاف صاف بھریں، وظیفہ کا فارم امارت شرعیہ کے مرکزی دفتر سے یا اپنے ضلع کے دارالقضاء سے حاصل کرلیں اور علاقہ کے قاضی یا گاؤں کے نقیب، بلاک یا ضلع کمیٹی کے صدر، سکریٹری یا معزز شخصیات سے تصدیق بھی کرالیں اور آدھار کارڈ اور بینک پاس بک کی فوٹو کاپی منسلک کرکے بذریعہ پوسٹ یا دستی دفتر نظامت امارت شرعیہ پھلواری شریف، پٹنہ-801505 کے پتے پر بھیجیں۔ یاد رکھیں جن کی تجدید کی درخواست موصول نہیں ہوگی ان کا وظیفہ آئندہ سال ۱۴۴۳ھ کے لیے جاری نہیں ہوگا، جدید بیوگان محتاجان کی درخواست بھی مذکورہ شرائط وتفصیلات کے ساتھ ۱۵ر محرم تک ہی قبول کی جائے گی۔

مزید معلومات کے لیے 0612-2555668,0612-2555351,0612255014 پر رابطہ کریں۔

Print & Design by : Azimabad Printers, Patna-06 # 9473371988

Scanned with CamScanner